بیادگار شیخ المشائخ حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی قدس سرہٗ

بہ ظلّ حمایت

بطل حریت حضرت مولانا سید شاہ محمد شاہد فاخری سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل، الہ آباد

امام العارفین حضرت مولانا سید شاہ مختار اشرف سجادہ نشین خانقاہ کچھوچھہ شریف

ہندستان کا تاریخی علمی مذہبی اور اصلاحی مجلہ

رسول نمبر

ماہنامہ

پاسبان

الہ آباد

قیمت سالانہ ۵ر ——— فی جلد ۷ر

مدیر اعلیٰ
مشتاق احمد نظامی

نائب مدیر
مظفر حسین اشرفی

نائب مدیر
خالد الفاخری

دفتر ماہنامہ پاسبان ۲۲۵، دائرہ شاہ اجمل الہ آباد

فہرست مضامین

رسول نمبر

ماہنامہ پاسبان الہ آباد

رسول نمبر

جلد ۱ | ماہ صفر المظفر و ربیع الاول ۱۳۶۸ ہجری | شمارہ ۲

مشتاق احمد نظامی اڈیٹر پرنٹر و پبلشر نے رشانی محمد پریس ... الہ آباد میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ پاسبان ۲۲۵، دائرہ شاہ اجمل الہ آباد سے شائع کیا

Scanned with CamScanner

ہمارا نقطۂ نظر

"قیاس کن ز گلستان من بہار مرا"

یہ پاسبان کی دوسری اشاعت ہے جو "رسول نمبر" کے نام سے ہدیہ ناظرین ہے۔ اگر انسانی جد و جہد کی معراج اس کی قبولیت عامہ ہو سکتی ہے تو ہمیں اس مقام پر فخر ہے کہ پاسبان پہلے شمارہ میں وہ خصوصی امتیاز حاصل کر چکا ہے جو اس کی معراج اول قرار دیا جا سکتی ہے جس کے لئے آیندہ صفحات میں مشاہیر و ادیبان ملک و وطن کی اظہار رائے کافی ہے۔

عہد حاضر میں مذہبی یا سیاسی، ادبی یا اقتصادی پرچہ جس تیر ملامت کے نشانہ بن رہے ہیں۔ اس کے پیش نظر اس حقیقت کو بے نقاب کر دینا ضروری ہے کہ پاسبان کا اجرا کیوں عمل میں لایا گیا۔ کیا صرف اس لئے کہ چند مضامین و نعت و منقبت کا حسین و دلکش مجموعہ حلقہ خواص و عوام میں پیش کر کے اپنی دیدہ ریزی و کاوش نظری کی داد طلب کی جائے یا انھیں چند صفحات کو اپنی تجارت کا آلۂ کار بنا لیا جائے۔

یہ ایسے روح فرسا و ہوشربا خیالات ہیں جو نہ صرف میرے لئے بلکہ ہر اس اہل غیرت کے لئے ناقابل برداشت ہیں جنہیں ناموس شریعت کا ہلکا سا خیال بھی ہے۔ میں اپنے شکستہ قلم سے یقین نہیں دلانا چاہتا بلکہ مستقبل قریب میں پاسبان کی کارگزاری خود آپ سے کہلا لیگی کہ پاسبان مسلمانان ہند کا واحد ترجمان و ملت اسلامیہ کا محافظ و نگہبان ہے۔ پاسبان کے اوراق اوراق نہیں ہیں بلکہ غلامان محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے جگر پارہ ہیں۔ یہ ہماری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ ہمیں ایسے ارباب قلم کی اعانت کا فخر حاصل ہے جو اس آقا کے غلام ہیں جسے رات کی تاریکیوں کا عابد اور دن کے اجالے کا مجاہد کہا جاتا ہے۔ ہمارے معاونین اپنے زور قلم سے آپ کو بیدار کر سکتے ہیں۔ وقت کے صحیح تقاضہ پر آپ کو پکار کر جھنجھوڑ کر منزل مقصود سے ہمکنار کر سکتے ہیں بشرطیکہ ان کی ہمت افزائی و قدر شناسی میں آپ نے کوتاہی نہ برتی۔ یہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ آپ حضرات نے وقت کی صحیح آواز پر اپنی تغافل شعاری یا نادانی سے لبیک نہیں کہا اور وقت نکل جانے پر کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ نہ باقی رہا۔ ہم اپنی عقل و دانش کا یہ فیصلہ آج تک نہ سمجھ سکے کہ جس راستے پر ملکہ ہم نے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائی ہوں پھر اس راستے پر ہمارے قدم بیباکانہ طور پر کیسے اٹھ جاتے ہیں اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ انھیں سنگریزوں کو اپنے منزل مقصود کی علامت و نشانی سمجھنے لگتے ہیں۔

پاسبان انھیں امیدوں کو لیکر آسمان صحافت پر جلوہ گر ہوا ہے کہ ہر موقع و محل میں آپ کا رہنما و رہبر ثابت ہو سکے ہم ابھی تک اپنے حوصلے کے مطابق پاسبان کو آپ کی خدمت میں نہ پیش کر سکے۔ اگر توفیق الہی شامل حال ہی تو وہ دن دور نہیں کہ پاسبان دل کش و دیدہ زیب ہونے میں خود اپنی مثال ہوگا۔

ہمیں افسوس ہے کہ اتنی تاخیر کے باوجود شاعر پاسبان مولانا مظفر حسین صاحب کا کوئی تازہ کلام آپ کی خدمت میں نہ پیش کر سکے۔ انشاء اللہ تعالی آیندہ شمارے میں محدث اعظم سید محمد صاحب کچھوچھوی و شاعر پاسبان کے تازہ مضامین و نظم کی اشاعت کا فخر حاصل کر سکیں گے۔ فقط۔

آمدِ محبوب کا اعلان ہے

مداح رسول جناب حاجی ریاست علی صاحب اشرفی نظامی عاجزؔ مرادآبادی

کیا نشاط افزا بہارستان ہے　　انبساطِ روح کا سامان ہے
نغمہ خواں ہر مرغِ خوش الحان ہے　　فصلِ گل ہے رحمتِ رحمان ہے
بدلا کل رنگِ نظامِ کائنات　　آمدِ محبوب کا اعلان ہے
لاکھوں گلشن ہیں عیاں ہر پھول میں　　قطرہ قطرہ چشمۂ حیوان ہے
مطمئن ہونے لگے افسردہ دل　　دیکھئے جس کو بہ اطمینان ہے
ہر طرف ہے دید لمعانِ جمال　　ہر کہیں عرفات کا میدان ہے
عید میلاد النبی کی دھوم ہے　　سارا عالم آج عربستان ہے
آگیا جانِ مسیحا آگیا　　بول اٹھا ہر مُردہ بیجان ہے
قصرِ کسریٰ کے گرے سب کنگرے　　یہ تزک۔ یہ دبدبہ۔ یہ شان ہے
لات و عزیٰ بھی گرے سجدے کے بل　　منفعل انکار پر شیطان ہے
تھا جو مسجودِ ملائک ایک دن　　اللہ اللہ یہ وہی انسان ہے
کشورِ کون و مکاں کا تاجدار　　جو حبیب و عاشقِ سبحان ہے
باعثِ تخلیق بزمِ کائنات　　ہر بیاں کا الغرض عنوان ہے
لاکھوں لاکھوں میں کہوں منکر نکیر　　آرزوئے دل یہی ارمان ہے

مل گیا محبوبِ حق عاجزؔ تمھیں
حق تعالیٰ کا بڑا احسان ہے

ناظرین کی رائے

از بجنور

ازمجاہد ملت حضرت مولانا مولوی حفظ الرحمٰن صاحب۔ بجنور

حضرت مولانا شاہد میاں صاحب فاخری کے صاحبزادہ خالد میاں نے ایک ماہانہ رسالہ "پاسباں" جاری کیا ہے میں نے اس کا جستہ جستہ مطالعہ کیا طبیعت بہت خوش ہوئی کہ رسالہ کی ابتدا ہونہار ہونیکا پتہ دیتی ہے۔ امید ہے کہ یہ رسالہ مولانا مشتاق احمد صاحب کی ادارت میں وقت کے کامیاب پرچوں میں شمار ہوگا اور اپنی افادیت میں ایک کامیاب دینی اور ادبی رسالہ ثابت ہوگا۔

ضرورت ہے کہ ایک نوجوان کے اس جدید اقدام کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ رسالہ وقت کے بہترین رسالوں میں شمار ہو کر خدمت حق میں کامیاب ہو سکے

پاسباں اور اس کی ضرورت

ازامام القرا حضرت مولانا مولوی قاری محب الدین صاحب

خطیب جامع مسجد الہ آباد

پاسبان کا پہلا نمبر عزیزی مخلصی مولوی مشتاق احمد صاحب مدیر پاسبان نے مجھ کو دیا اس کو دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی۔ میں ان کا تہ دل سے مشکور ہوں اللہ تعالیٰ ان کی سعی جمیل کو قبول فرمادے۔ آمین۔

اگرچہ یہ اصلاحی و مذہبی پرچہ ہے لیکن اس کے اندر مذہبی مضامین ایسے دلچسپ ہوتے ہیں جس کو پڑھ کر یہی دل چاہتا ہے کہ برابر اس کو دیکھتا ہی رہے۔ اس دور پرفتن میں ایسے رسالہ کی بیحد ضرورت تھی کہ ہر طرف دہریت والا مذہبیت کا دور ہے اور لوگ اللہ عزوجل و رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے کوسوں دور ہیں یہ رسالہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین پاک کا صحیح علمبردار ہے اور مسلمانوں کے ایمان و مذہب کا محافظ و پاسبان ہے۔ ضرورت ہے کہ لوگ اس کو پڑھیں پڑھاویں اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک اس کو جاری و ساری رکھے اور معاونین پاسبان کے ارادوں میں خیر و برکت و استقامت عنایت فرماوے آمین۔ فالحمد للہ وسلم علی المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

از فیض آباد

خطیب فیض آباد حضرت مولانا مولوی عبدالغفور صاحب امام جامع مسجد

محترم المقام جناب مولانا مشتاق احمد صاحب۔ زید مجدکم

سلام مسنون۔ مزاج گرامی۔ آپ کے ماہنامہ پاسبان کی پہلی کاپی میں نے بنظر غائر دیکھی۔ دور حاضر کی بے اعتنائی اور عہد رواں کی کجروی کے باوجود اس سلجھے ہوئے انداز اور سنجیدہ طرز کے ساتھ ان محکم اسلامی کو ضروریات کے مد نظر جو عہد خزاں کے ہاتھوں گم گشتہ و معدوم ہیں۔ ماہنامہ پاسبان کا اجراء اور اس کی پہلی ہی طباعت میں ایک حد تک مذکورہ امور کو زمانے کے سامنے پیش کرنا درحقیقت آپ ہی جیسے بلند ہمت اور مستقل مزاج علماء کا کام ہے۔

نعت شریف کا سلسلہ اور بہتر ترتیب ماہنامہ

پاسبان کے امتیازی شاہکار ہیں ہماری دلی خواہش ہے کہ پاسبان ہمیشہ حقیقی معنوں میں دین و مذہب کا پاسبان ثابت ہوتا رہے۔ اہل اسلام سے نہ صرف امید بلکہ التجا ہے کہ وہ اس کی خریداری میں بیش از بیش حصہ لے کر مذہبی روایات کو محکم کرنے کا باعث بنیں گے پروردگار عالم ہمیں اور آپ کو نیز جملہ مسلمانوں کو توفیق دے کہ ہم سب اپنے دین متین اور روایات اسلامی کو اہل عالم کے سامنے اسی انداز کے ساتھ پیش کرتے رہیں۔ والسلام۔ دعاگو

از ناگپور

خیر مقدم

آتش بیان حضرت مولانا الحاج صاحب وجود قادری امیر شعبہ تبلیغ جامعہ عربیہ ناگپور۔

معارف و حقائق اسلامی سے معمور ملفوظات و مقالات اور بلند پایۂ اخلاقی و اصلاحی پاکیزہ مضامین جرائد و رسائل کے ذریعہ مسلمانوں کی فلاح و صلاح کے حق میں عظیم الشان جلسوں اور دھواں دھار تقاریر سے کہیں زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں۔ ان مضامین کی مقبولیت و افادیت کا انحصار ان کی معیاری رفعت اور لطافت پر موقوف ہے دور حاضرہ کے لئے اصلاح کا اس سے بہتر دوسرا طریقہ نہیں کہ ہفتہ وار یا ماہنامہ شائع کیا جائے اور اصلاحی، اخلاقی اور مذہبی مضامین پاکیزہ زبان اور دل نشیں انداز میں مسلسل پیش کئے جائیں۔ محبوب العلماء مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی کا یہ مبارک و مستحسن اقدام ہر طرح قابل ستائش ہے کہ انھوں نے کام کے صحیح وقت پر الہ آباد سے ماہنامہ پاسبان شائع فرما کر عملی مثال قائم فرمائی۔

میں ماہنامہ پاسبان کے اجرا کو طبقۂ علماء و مشائخ کے لئے بالخصوص بانگ درا تصور کرتا ہوں کیونکہ حضرت سلطان الہند غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روحانی مشن کو عملی جامہ پہنانے کا یہی ایک آسان ذریعہ ہے مجھے امید ہے کہ ہمارے معزز و موقر علماء و مشائخ اپنی پوری توانائیاں پاسبان کے ساتھ وابستہ فرما دیں گے اور اپنی بے نظیر قابلیت اور خداداد صلاحیت سے خلق خدا کو مستفیض فرمانے کیلئے اپنے قلمی نادر و نایاب شہ پارے و جواہر پارے اوراق پاسبان میں عظمت و سربلندیٔ اسلام کی خاطر اور ترویج احکام شریعت کی پاک نیت کے ساتھ شائع فرما کر حق اللہ و ہدایت ادا فرمائیں گے۔

"پاسبان" ہر سچے دیندار مسلمان کا اپنا ایمانی پاسبان ہے اور اسی طرح ہر سچے مسلمان سے اپنی حفاظت و پاسبانی کا آرزومند ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا ہی عبث ہے کہ مسلمانوں پر پاسبان کی توسیع اشاعت اور ہر ممکن امداد بہم پہنچانے کی کتنی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

میں مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی مدیر ماہنامہ پاسبان کو خلوص قلب کے ساتھ مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ماہنامہ پاسبان کا نہایت عقیدت و احترام سے خیر مقدم کرتا ہوں۔ خدائے حی و قیوم کی جناب میں پاسبان کے استقلال و استحکام کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی تزئین و ترقی کا دعاگو ہوں۔ فقط

از گونڈہ

حضرت مولانا تفیع صاحب

مولانا مکرم دام بالعز والحشم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مزاج ہمایوں ارسال کردہ پاسبان کی کاپی وصول ہوئی۔ پاسبان کو فروغ دینے میں اپنی پوری کوشش کام لونگا۔ بعد شکریہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ پاسبان کے اجرا سے نہ صرف آپنے آگاہی بخشی بلکہ عالم سنیت کی اس کمی کو ایک حد تک پورا فرمایا فقط والسلام

پاسبان کا ترانۂ خیر مقدم

مولانا محمد عثمان صاحب اعظمی
مدرس مدرسہ عربیہ فاروقیہ بنارس

بہت امید افزا "پاسباں" ہے — کہ ہر "ناظر" کو دیکھا شادماں ہے
خدا محفوظ رکھے بد نظر سے — ہر اک اہلِ قلم جب نوجواں ہے
زمانہ نامساعد ہے، تو کیا ہے — خدا مشتاق! اتم پہ مہرباں ہے
حوالے کردے موجوں کے سفینہ — سفینہ کا محافظ، بادباں ہے
گھِرا برق و شرر میں ہے نشیمن — تجھے بھی دیکھنا اے آسماں ہے
مسلمانو یقیناً "پاسباں" بھی — خدا کا ہم پہ فضل بیکراں ہے
یہ دَورِ پُر فتن اور وقت نازک — کہ ہر مسلم مجسّم "امتحاں" ہے
مسلمان اور سراپا تحسّر — کوئی حامی نہ کوئی پاسباں ہے

کرن بن کر ہوا ایسے میں روشن
یہ اپنا پاسباں جو، پاسباں ہے

مسلماں پاسباں کو کیوں نہ چاہیں — کہ قائم اس سے ان کی عز و شاں ہے
خبر لے پاسباں! ہاں لے خبر لے — مسلماں، اور وقتِ امتحاں ہے

ترانے خیر مقدم کے ہے گاتا
ترا عثمان، گرچہ بے زباں ہے

مسلم کی شان کیا ہے

(از ادارہ)

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ والمومن من امنہ الناس علی دمائھم واموالھم۔ (ترمذی ونسائی)

راوی حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ وزبان سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کی ذات سے انسانوں کے جان ومال مامون ہوں۔

ان پیارے کلمات میں ہمیں تعلیم دی گئی کہ مسلم کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ ذاتی مخالفت ونجی پرخاش وعداوت کی بنا پر اپنے کسی مسلم بھائی کو اپنی زبان واپنے ہاتھ سے کسی قسم کی گزند وتکلیف نہ پہنچائے، نہ کسی کی غیبت وچغلخوری کرے نہ کسی کو بیجا طعن وتشنیع کا نشانہ بنائے، نہ کسی کی عیب جوئی کے درپے رہے، اور نہ جسمانی طور پر اپنے دست وبازو سے کسی پر ظلم وستم روا رکھے، نہ کسی کے جانی ومالی نقصان کا خواہاں ہو۔

اتنا ہی نہیں بلکہ اگر وسیع النظری سے کام لیا جائے تو اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ ہمیں یہ بھی ہدایت کی گئی کہ ہم نہ صرف اپنی ہی قوم واپنے ہی ہم مذہب انسانوں کے ساتھ محبت واخلاق، اتحاد واتفاق سے پیش آئیں بلکہ ہم دنیا بھر کے انسانوں کے ساتھ حسن سلوک ورواداری برتیں، خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق رکھنے والے ہوں، اور ان کے جان ومال بھی ہر طرح ہم سے مامون ومحفوظ رہیں۔

ہم بنی نوع انسان کے ساتھ عدل وانصاف، اخلاق، محبت سے پیش آئیں، اور ان کے ساتھ حسن سلوک برتیں، بیجا ظلم وستم، اور فتنہ وفساد سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

اس دور تعصب میں کاش اگر ہم اپنے ہادی ورہنما پیارے آقا ومولا کی اس مقدس ہدایت پر عمل پیرا ہو جائیں تو جہاں ایک طرف ہم آپس کے اختلاف ونفاق، بغض وحسد، کینہ وعداوت جیسے موذی دشمنِ انسانیت سے بچ جائیں اور اتحاد واتفاق، اخوت ومحبت کی فضا میں اپنی ترقی وکامرانی کا راستہ ڈھونڈھ نکالیں، اور پھر اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو حاصل کرلیں، وہاں دوسری طرف دیگر اقوام کے معاندانہ روش سے پیدا شدہ بہت سی آفات ومصائب سے نجات پالیں، اور دیگر اقوام بھی ہماری امن خواہ وصلح پسند پالیسی سے متاثر ہوکر اپنی روش تبدیل کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

ضرورت ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے تعصب وکوتاہ نظری کی عینک اتار پھینکیں اور اپنے آپ کو اس مقدس سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کریں جو ہادی اسلام، سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے پیش فرمایا ہے۔

پاسبان

حضرت مولانا شاہد میاں صاحب فاخری

آج کل کا دور مصیبت کا دور ہے۔ آج کا انقلاب کل کی دنیا کے لئے اپنی آغوش میں اور اپنی نعروں میں زندگی والے پیغام نہیں رکھتا۔ ہر انقلاب کے بعد مختلف تبدیلیوں کے بعد اطمنان، سکون اور نظم کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ موجودہ دور انقلاب مستقبل کیلئے سرمایۂ انتشار بھی اکھٹا کر رہا ہے

سیاست بدحواس اقتصادیات تباہ، معاشرت پیوند خاک، مذہبیات کا تو کہنا ہی کیا، اس کی بربادی کا سامان زیادہ سے زیادہ نظر آرہا ہے۔ جانوروں کے گلہ کے لئے ایک نگہباں کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسانوں کے مجمع کو راہ راست پر چلانے کیلئے ایک ہادی و رہبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اخلاقیات کو سنوارنے کے لئے ایک مشاطہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کے شانوں میں قدرت کی عطا کی ہوئی ایسی صلاحیت ہو جس سے سیکڑوں پیچ ہزاروں خم اور لاکھوں الجھنوں کو درست کیا جا سکے۔

یہ ضرورت ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے تو جبکہ الحاد کی تند و تیز ہوائیں اور لا مذہبیت کی آندھیاں مذہبی جذبات کے اوراق کو منتشر کر رہی ہوں فطرت کی عطا کئے ہوئے ضابطۂ حیات کے شیرازہ کو برہم ہونے سے بچانے کے لئے کسی نہ کسی پاسبان کا وجود ضروری اور لابدی ہونا چاہیئے۔

کس کو انکار ہے کہ اگر ایک طرف مغربیت نے مذہبیت کو پامال کرنا شروع کیا تھا تو دوسری طرف مصنوعی وطن پرستی نے بھی حق پرستی کے پودہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکدینے کی کوشش نہیں کی، گلستان عقیدت، چمنستان للہیت اور گلزار وحدانیت جسکی کل تک ہم نے خون دل سے آبیاری کی تھی آج اس کے اندر بدعقیدگی دین فطرت سے ناواقفیت توحید سے روگردانی رسالت سے دوری، ٹھنڈی ہوا کو بھی پہنچنے سے روک رہی ہے۔ ابر نیساں بار رحمت کی گھٹا بن کر آتا ہے لیکن خزاں کے جھونکے اس کو اس گلشن محبت پر برسنے نہیں دیتے۔ خوف ہے کہ یہ گلشن سوکھ نہ جائے اس کی کلیاں پھولنے کے بجائے اس کے پھول پھل لانیکے بجائے مرجھا نہ جائیں، ہاں اس باغ کے لئے ایک مالی کی ضرورت ہے ایک رکھوالے کی ضرورت ہے لیکن ایسے مالی کی ضرورت ہے جو پانی سے نہیں بلکہ یتیم مکہ آفتاب میدان بدر شب زندہ دار دنیاوی شہنشاہیت کے سر کو قدموں کے نیچے روندکر سیاہ کملی کے ملبوس محبوب زیب تن فرمانے والے کے ان آنسوؤں سے جو رات کی تنہائی میں توحید کی جو کھٹ کو تر کردے اس چمن کو سینچے اور اس کی آبیاری کرے۔

ہاں ایسے مالی کی ضرورت ہے جو صداقت صدیق و عدل فاروق کے گھنگھور گھٹاؤں کو اس باغ میں برسنے کے لئے آمادہ کر سکے۔

ایسے رکھوالے کی ضرورت ہے جس کے دامان آرزو سے حیاء عثمان اور شجاعت مرتضیٰ کی پرسکون دل خوش کن باد صرصر نکلے۔

ایسے نگہبان کی ضرورت ہے جو بڑے دل گردے والا ہو۔ جو حمزہ کے کلیجے کے ٹکڑے حسن کے پارہ ہائے جگر اور حسین کے کٹے ہوئے سر کو اس گلزار کے ایک ایک پودے کے تھالے میں دے سکے جو سیف اللہ کے دست و بازو مستعار لے کر ایک ایک کانٹے کو اس چمن سے نکال کر پھینک سکے، اسی امید پر یہ "پاسبان" حاضر ہے۔

اہل دل کی دعائیں شامل حال ہوں تو فرائض پاسبانی یہ رسالہ خوب ادا کرے گا۔ گل ہائے عقیدت سے کس طرح گلدستہ بندگی سجایا جاتا ہے آپ کو سکھائیگا یہ پاسبان نعلین سرکار دو عالم کے سایہ میں پروان چڑھے گا۔

سعی بلیغ کرے گا کہ راہ حق سے کانٹوں کو پلکوں سے چن کر راستہ صاف کر دے۔ کوشش کرے گا کہ رہ روان راہ جنت کو سیدھے اور صاف راستہ سے منزل مقصود تک پہنچا دے مگر راہ حق کے کانٹے سخت ہوتے ہیں۔ ان کی ایذا رسانی کا لطف پائے نبوت کے تلوے۔ یا پروانہ ہائے شمع رسالت کی آنکھیں جانتی ہیں اللہ اللہ۔ "سبیل اللہ" جس پر رہنمائی کیلئے کوکبۂ نبوت کے نشانات قدم پڑے ہوں۔ پوچھو ہاں صرف آنکھ والوں سے پوچھو دل والوں سے دریافت کرو۔ اس راستہ پر عشاق پاؤں سے نہیں آنکھوں کے بل چلتے ہیں۔ دل والے ہر نشان پر ایک سر کو قربان کر کے لاکھ سروں کی آرزو میں زندگی خرچ کرتے ہیں تب منزل حق دکھائی دیتی ہے۔

پاسبان فدایان توحید و رسالت کو اس راہ کو طے کرنے کے طریقے بتائے گا۔ ذرات مدینہ سے اکتساب فیض کرے گا۔ اس کی چمک سے مے توحید کے متوالوں کے قلوب کو منور کرے گا۔ کام اہم ہے بہت اہم ہے پاسبانی آسان نہیں ہے۔ مگر حلال مشکلات کی مدد سے صعوبتیں م

م راحت اور مصیبتیں آسان ہو جاتی ہیں۔

پاسبان عقیدت حاضر ہے دعاؤں کا طالب اور ثبات کا آرزو مند ہے۔

زہے عز و شرف

نام احمدؐ ہمیں پیارا ہے

فصیح الکلام جناب مولانا سید منیر احمد صاحب دریاآبادی

دست حق نے تمہیں سنوارا ہے
پیکر حسن وہ تمہارا ہے

جس کے تیر نظر نے مارا ہے
وہی ناوک فگن سہارا ہے

تخت کسریٰ نہ بخت دارا ہے
قبضہ کونین پر تمہارا ہے

جس کو کہتے ہیں گردش افلاک
ان کی ابرو کا اک اشارا ہے

ہے احد کا بھی اعتراف ہمیں
نام احمدؐ ہمیں پیارا ہے

غیر کے ہم نہیں ہیں دست نگر
تیرے در سے شہا گذارا ہے

میرے آقا کے بحر رحمت میں
یہ کنارا نہ وہ کنارا ہے

ان کی دوری و ہجر و حرماں میں
دل صد چاک پارا پارا ہے

ساز ہستی کا تار کیا ٹوٹے
شاید آ جائیں یہ سہارا ہے

یہ مقدر کہ ٹھوکریں کھائیں
بھول تھی اب انھیں پکارا ہے

اے منیرؔ حزیں یہ حزن حبیب
ہم ہیں اور غم کا بہتا دھارا ہے

نبوت کا مصداق کامل

(عالیجناب وحید عصر شبیر احمد صاحب غوری رجسٹرار مدارس عربیہ صوبہ متحدہ)

نبوت ان حقائق لاہوتیہ میں سے ہے جنکی حریم محترم میں ادراک بشری کو بہت کم بار ملتا ہے اور جن کا اچھوتا دامن عقل انسانی کی دسترس سے بہت بلند ہے۔

اوراک سے بلند ہیں وہم و گماں سے دور ۔۔۔ ایسے بھی کچھ بیان ہیں حد سے بیان دور

جن کی لطافت فکر انسانی کی عقدہ کشائی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

قدرتش بشکند آئینہ ادراک بسر ۔۔۔ ذورک کنہ تو ہر آنکس کہ زامکاں نگرد

اور جو فرمودۂ قرآنی کے صحیح مصداق ہیں کہ " وما اوتیتم من العلم الا قلیلا"

لیکن با اینہمہ خفائے کنہ یہ حقائق اسقدر جلی الآئینۃ اور واضح البرہان ہیں کہ جب تک ذہن میں اعوجاج فکر میں فساد اور مزاج میں تعنت وعناد نہ ہو ہر اعمی و بصیر اور عاقل لبیب و غبی بلید اسے جانتا ہے اور پہنچانتا ہے۔

فطرت انسانی باواز بلند شہادت دیتی ہے کہ اس نظام کائنات کے ورا، الورا ایک نادیدہ ہستی ہے جو تمام صفات کمال کے ساتھ متصف اور تمام شوائب مادیت سے منزہ و مقدس ہے، جو کائنات کی خالق، قیوم و پروردگار ہے اور جس کی طرف انسان میں رغبت اور اسی سے خوف پیدا ہوتا ہے۔

فطرتاً انسان اس کی طرف رجوع کرتا ہے، اس کی تمام فکری و جسمانی حرکات کا محرک یہی کشش ہے لیکن بجز اس کشش کے احساس کے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ محض عقل کی استمداد سے وہ اپنے معبود تک نہیں پہونچ سکتا، اس کے لئے بھی کچھ ادھر ہی کا اشارہ چاہیئے۔ اسی کا نام رحمت الہی ہے جو برگزیدگان بارگاہ ایزدی کی شکل میں وقتاً فوقتاً ظہور کرتی رہے

یہ ایک ایسی حقیقت ثابتہ ہے کہ ہر عامی و عالم بمجرد اپنی فطرت کے اس کی صحت پر شہادت دیتا ہے۔ زبان سے اقرار کرتا ہو یا انکار، دل میں محبت رکھتا ہو یا بغض اعضاء و جوارح سے آرام پہونچاتا ہو یا تکلیف لیکن پھر بھی وجدان کی گہرائیوں میں ایک اضطراری تڑپ پاتا ہے جو اُن کی نبوت اور مرسل من اللہ ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔

چنانچہ جب شب جاہلیت کے تاریک مطلع پر آفتاب رسالت محمدیؐ طلوع ہوا تو تمام کفار خواہ مشرکین ہوں یا یہود و نصاریٰ آپ کو جان گئے، پہچان گئے کہ آپ نبی امین ہیں، توریت کے شلوہ[۵] اور انجیل کے وہ "نبی ہیں۔ تاریخ

---

[۵] - صفر تکوین باب ۴۹ درس ۱۳۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یہودا کے حق میں دعا کی تھی۔ " دور نہ ہوگا عصا یہودا سے اور شریعت اس کے سامنے سے یہاں تک کہ شلوہ آجائے جس کی طرف ہوگی کشش قوموں کی"

یعنی سلطنت اور شریعت قوم یہود میں رہے گی شلوہ کے آنے تک کیونکہ عصا سے مراد عصائے سلطنت ہے شلوہ کا مصداق جناب نبی کریم کی ذات ہے، کیونکہ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے جو دو کلموں سے مرکب ہے۔ شَ اور لوہ شَ اشر کا مخفف ہے جس کے معنی عربی میں الذی کے ہوتے ہیں اور لوہ عربی کا لہ ہے، پس شلوہ کے معنی ہوئے الذی لہ، اور بلاغت کا قاعدہ ہے کہ ترک مفعول یا ترک خبر مفید تعمیم ہوتا ہے پس شلوہ کا مطلب ہوا الذی لہ الکل، وہ ذات گرامی جس کے لئے سب کچھ ہے اور یہی مفہوم ہے۔ حدیث قدسی۔ لولاک لما خلقت العالمین۔ (اے میرے محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو میں عالم کو پیدا نہ کرتا یعنی دنیا و ما فیہا آپ ہی کے لئے ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۷ پر)

سے صفات اس کے گواہ ہیں اور خود کلام الٰہی اس کا شاہد کہ

یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم

وہ آپ کو اسی قسم کے اضطراری جذبے کے ماتحت مرسل من اللہ سمجھنے پر مجبور تھے جس کے تحت آدمی اپنے بچے کو جانتا اور پہچانتا ہے لیکن رشک و حسد اور تعصب نے بصیرت و بصارت پر پردے ڈال دیئے تھے اور سب کچھ دیکھ کر بھی ایمان نہ لاتے تھے

اس سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ انبیاء کرام کی نبوت کا آفتاب عالمتاب کس آب وتاب سے چمکتا ہے اور کس طرح مقر و منکر اُس کے جاننے اور پہچاننے پر مجبور ہوجاتے ہیں مگر باہمہ جلائے آیات و وضوح برہان نبوت کی ماہیت استار غیوب میں مخفی و مستتر ہے۔ فکر انسانی اس کے سرا پردہ جلال کے باہر ہی باہر چکر لگاتی رہتی ہے مگر اس کی حریم محترم میں اس کی رسائی کہاں۔ دوسرے لاہوتی حقائق کی طرح اس کی عظمت و جلال بھی اس کے متقاضی ہیں کہ وہ فکر انسانی کے اعمال تحلیل و تجزیہ کی زیر مشق نہ بنے مگر انسان کو ہمیشہ سے اپنی عقل کے متعلق خوش فہمی رہی ہے۔ اور اکثر اس نے اس بات کو نظر انداز کردیا ہے کہ عقل کی کارفرمائیوں کے بھی حدود ہیں۔ بعض مواضع میں ایقان آمیز اور عرفان ماہیت دونوں مستحسن ہیں اور بعض میں صرف ایقان آمیز پر ہی قناعت کرنا چاہیئے۔ لیکن شوق فضول و جرأت رندانہ کو کیا کیجئے کہ کبھی اسے ایسے مقامات کی طرف بھی پیشقدمی کیلئے اکساو یتے ہیں جن کے متعلق اسے خود سوچنا چاہیئے کہ

اگر یک سر موئے برتر پرم　　　فروغ تجلی بسوزد پرم

انسان جرأت کرتا ہے اور منہ کی کھاتا ہے اور عقل کی تمام کارفرمائیاں اور فکر کی تمام سرمایہ اندوزیاں ژولیدگی تخیل بن کر رہ جاتی ہیں جس کے ماحصل پر عقلا تو درکنار بچے بھی ہنستے ہیں۔

حقیقت نبوت پر بھی فہم انسانی نے مشق ستم فرمائی۔ متقدمین میں بھی، اور معاصرین میں بھی۔ لیکن معاصرین نے ابھی تک اس مسئلے پر سنجیدگی کے ساتھ غور نہیں کیا۔ بیسویں صدی کی کاوش فکر ابھی تک دہریت و مادیت کی گرداب سے رہائی نہیں پاسکی اور ان ڈوبتے ہوؤں کو جو تنکے کا سہارا ملا وہ بھی آگے چلکر خود اسی بھنور کے حیطۂ اقتدار میں آگیا۔ ابھی یورپ کو دوچار مزید جنگہائے عظیم کے صدمات و لطمات کی حاجت ہے تاآنکہ اس کے مزاج میں اعتدال اور فکر میں سلامت روی پیدا ہو۔

اس عدم سنجیدگی کا یہ نتیجہ ہے کہ جن مفکرین کے پاس ایسے تفکرات کے لئے وقت ہے ان کے نزدیک بھی

(صفحہ　کا بقیہ) اس قول کی مزید تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ بعثت نبوی سے شریعت موسوی منسوخ ہوئی اور سلطنت و امارت اس زوجہ ہونی کہ ہمیشہ کے لئے "وضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ" کا ٹھپہ لگا دیا گیا

(عارفی حوادث و ابتلا و آزمائش کے لئے ہوا کرتے ہیں جو حقائق و لاہوت کے تحقق کے منافی نہیں ہیں۔ مومن کو چاہیے کہ حلاوت ایمان کو تلخی شکوک بیہودہ نہ بنائے۔ اور ان اللہ لا یخلف المیعاد پر یقین رکھے)

۵۲ انجیل یوحنا باب ا درس ۱۹۔ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی حضرت یحییٰ کے پاس یہ پوچھنے کو بھیجے کہ آپ کون ہیں کیا آپ مسیح ہیں تو انھوں نے کہا نہیں۔ انھوں نے کہا پھر کیا آپ ایلیاہ ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر انھوں نے کہا "کیا تو وہ نبی ہے" ان آپ نے جواب دیا نہیں سیاق کلام دلالت کرتا ہے کہ اس کا مصداق نہ حضرت مسیح ہیں اور نہ حضرت یحییٰ بلکہ ان کے علاوہ اور کوئی تیسرا پیغمبر مبعوث ہونا کتاب مقدس میں لکھا ہوا ہے اس کی ذات پر اس درجہ واضح البرہان تھی کہ نہ اس کے نام کی ضرورت تھی اور نہ نشانیوں کی جیسے وہ سب جانتے اور پہچانتے تھے۔ اگر تاریخ اخبار کا تفحص کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ "وہ نبی" کا مصداق سوائے صاحب "یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم" کے نہ اور کوئی ہوا اور نہ ہوسکتا ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"عبد و معبود کا یہ مقدس باہمی تعلق" مضحکہ خیز عموم کی حد تک پہونچ گیا ہے۔ وحی و الہام کا مسئلہ انتخابی و اجتماعی ہونے کے بجائے شخصی و انفرادی بن کر رہ گیا ہے اور اسے اتنی ہی اہمیت ہے۔ جتنی استحضار ارواح، تنویم مقناطیسی، یا شاید تاش کے کھیلوں کو۔

ہاں علمائے متقدمین نے کمال متانت و سنجیدگی سے اس مسئلے کے ساتھ اعتنا کیا۔ بالخصوص جب انھیں الہامی مذاہب کے معتقدین سے سابقہ پڑا تو اس مسئلے کی ایجابی و سلبی دونوں پہلوؤں کا شاید ہی کوئی گوشہ اُن کی پرواز فکر سے بچا ہو۔ یہ عہد اس اسلوب فکر کے لئے بہت زیادہ سازگار تھا۔ ایک جانب علمائے اسلام تھے جن کے نزدیک انوار معرفت کی ادنیٰ سے ادنیٰ شعاع بھی مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس تھی اور دوسری جانب براہمہ اور دہریین تھے جو باوصف شدت بریق و لمعان شموس نبوت کے وجود ہی سے منکر تھے، اس طرح اس مسئلے کو حکمار اسلام کی ذہنی کاوشوں کے مابین ایک مخصوص اور نمایاں حیثیت حاصل ہوگئی۔ مثبتین و نفاۃ کی قیل و قال سے نبوت اور حقیقت نبوت کے متعلق ایک مخصوص انداز فکر پیدا ہو گیا جس نے اپنی منقح اور مہذب شکل میں بوعلی سینا کے اشارات میں ظہور کیا۔

لیکن قدما ء مفکرین کا اعتنا ہو یا معاصر اہل فکر کی بے اعتنائی۔ ماہیت نبوت کی تلاش و تجسس کا ماحصل دونوں جگہ ایک ہی رہا۔ یعنی انیّتہ واضح البرہان اور ناقابل انکار اور ماہیتہ صعب الفکر اور ناقابل رسائی۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں ‌ ‌ ‌ کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

اور کیوں نہ ہو نبوت کے سنہرا پردہ اجلال کے باب الین پر مرقوم ہے۔ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" اس کی کنہ و ماہیت اسرار الٰہی کا سر مکتوم ہے، اور نظام عالم کی استواری اور انسانیت کی فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ۔

راز ایں پردہ نہاں است و نہاں خواہد بود

اس باب میں جو کچھ انسان کو جاننا چاہیئے تھا وہ حضرت علام الغیوب نے بتا دیا، انیّتہ کے متعلق بھی اور ماہیتہ کے متعلق بھی۔ انیّتہ کے متعلق کہدیا کہ "یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم" انسان نبی کے پہچاننے پر اس طرح مفطور ہے جس طرح اپنی اولاد کے پہچاننے پر۔

ماہیتہ کے متعلق بھی حرف آخر فرما دیا کہ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کن نفوس قدسیہ کو مرتبۂ رسالت و شرف نبوت سے سرفراز فرمائے۔ اسی لئے امام رازی نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ

"ان للرسالۃ موضع مخصوص لا یصلح وضعہا الا فیہ فمن کان مخصوصاً موصوفاً بتلک

الصفات التی لاجلہا یصلح وضع الرسالۃ فیہ کان رسولا والا فلا۔ والعالم بتلک

الصفات لیس الا اللہ تعالیٰ۔"

عطائے رسالت کے لئے مواضع مخصوص ہیں کہ ان کے علاوہ اور مواضع میں، وضع رسالت کی صلاحیت قبول نہیں ہے (صرف انھیں مواضع میں وضع رسالت کی صلاحیت قبول ہے) پس وہ فرد کامل جو ان مواضع کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے اور ان صفات کے ساتھ متصف ہوتا ہے جن کی بنا پر وضع رسالت اس فرد میں امر صالح ہو تی ہے تو وہ رسول ہوتا ہے ورنہ نہیں اور ان صفات کو بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

پس نبوت "اصطفاء الٰہی کی قدر معلوم" کا نام ہے جو محض رحمت و موہبت ہے اور جو صرف حضرت الوہیت کی شان مشیت سے متعلق ہے "یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید" یہ منطقی حد نہیں ہے بلکہ لفظی تعریف ہے اور "اللہ

"اعلم حیث یجعل رسالتہ" کی دوسرے لفظوں میں تعبیر - کہا گیا ہے کہ نبوت ان انوار میں سے ہے کہ " الایجد والا یختصوتہ" اس کی یہ وجہ ہے کہ نبوت فی حد ذاتہ حقیقت بسیط ہے ، جو تجزیہ و انقسام کا احتمال نہیں رکھتی کہ اس کے واسطے اجزاء و جہات ثابت ہو سکیں۔ رہا یہ امر کہ اصطفاء الٰہی کی اینیت اور ماہیت کیا ہے - خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ بیان قدر معلوم کی قید سے شبہ ہو سکتا ہے کہ جب اصطفا قدر کے ساتھ متصف ہے تو مقداری ہو گا یعنی مقولہ "کم" سے ہو گا۔ پس تقسیم و تجزیہ کا احتمال رکھے گا - اس کا جواب یہ ہے کہ "قدر معلوم" تقدیر الٰہی کا دوسرا نام ہے - اور تقدیر الٰہی بقداری تقدیر (Scalar Determination) کی محتاج نہیں ہے ، تعالیٰ شانہ - پس یہ قدر "کمیت" کا احتمال نہیں رکھتی تھی بلکہ جب یہ شبہ دل میں خطور کرتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ

" لا نفرق بین احد من رسلہ "

باعتبار نفس اصطفا کے تمام انبیاء کرام برابر ہیں۔ ہاں اضافی مدارج سو وہ امر زائد علی الذات ہیں اور چونکہ وہ بھی ہم لوگوں کے نقطۂ نظر سے (نہ کہ الٰہ العالمین کی نسبت سے) مقولہ اضافت سے ہیں لہذا وہ بھی تقسیم و تجزیہ کے متحمل نہیں ہو سکتے پس یہ ثابت و محقق ہو گیا کہ نبوت یا اصطفاء الٰہی کی قدر معلوم حقیقت بسیط ہے جو تجزیہ و انقسام کی متحمل نہیں ہو گی لہذا اس کے اجزاء و جہات ثابت نہیں کئے جا سکتے۔

ہر چند کہ فی نفسہٖ نبوت کے اجزاء یا حقیقی جہات کا احتمال نہیں ہو سکتا ان کے تعین کا تو ذکر ہی کیا لیکن ہم نے اپنی سہولیت فہم و تفہیم کے لئے اس کی تین جہتیں فرض کر لی ہیں ، یہ جہات ثلثہ اعتباری ہیں نہ کہ حقیقی یعنی مرتبۂ نبوت، منصب نبوت ، منزل نبوت۔

مرتبۂ نبوت نام ہے ان مجموعی تشریفات و تکریمات الٰہیہ کا جو نبی کو بناء اصطفاء و اجتبا رحضرت الوہیت عوالم ناسوت و ملکوت و جبروت و لاہوت میں حاصل ہوتی ہیں۔

منصب نبوت مراد ہے ان مجموعی فرائض سے۔ جو نبی پر اس حیثیت سے کہ وہ نبی ہے عائد ہوتے ہیں یعنی ان احکام کا ابلاغ جو بذریعہ وحی نازل ہوں۔

منزلۂ نبوت سے مراد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے وہ اضافی مدارج ہیں جو " تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض " کے مصداق ایک کو دوسرے کے لحاظ سے مراتب وجود میں حاصل ہوتے ہیں۔

نبوت کی ان جہات ثلثہ میں اصل و بنی علیہ مرتبہ نبوت ہے منزل نبوت تو مراتب نبوت کے اضافی تعلق کا نام ہے۔ لہذا کسی مزید قیل و قال کا مقتضی نہیں ہے لیکن منصب نبوت کا تعین مقام جہات ثلثہ میں قدرے غور و فکر چاہتا ہے بظاہر منصب نبوت اساس معلوم ہوتا ہے جس پر مرتبۂ نبوت کو مترتب ہونا چاہئے یعنی انبیاء کرام کے مراتب و درجات ان کے فرائض کی عظمت اور ابلاغ و تبلیغ کی صعوبت پر متفرع ہوتے ہیں لیکن یہ امر محل نظر ہے کیونکہ یہ تو اس وقت ہوتا ہے جب کہ نبوت کسبی ہوتی حالانکہ تمام اہل اسلام بلکہ تمام اہل ملل کا اتفاق ہے کہ نبوت وہبی ہے اور جناب باری عز اسمہ جسکو چاہتے ہیں ، اس منصب بلند کے لئے پسند فرما لیتے ہیں۔ چنانچہ شارح مواقف کا قول ہے

" ولا یشترط فی الارسال شرط من الاعراض والاحوال المکتسبۃ بالریاضات والمجاهدات فی الخلوات والانقطاعات ولا استعداد ذاتی من صفاء الجوهر وذکاء الفطرۃ کما یزعمہ الحکماء بل اللہ سبحانہ یختص برحمتہ من یشاء من عبادہ "

نبوت و رسالت میں کسی ایسی عرض یا عالت کی شرط نہیں ہے جو ریاضت و مجاہدہ یا عزلت گزینی اور ترک دنیا کے ذریعے حاصل کی جائے نہ اس میں ذاتی استعداد مثلاً صفا ر ذات یا ذکا ر فطرت کی شرط ہے۔ جیسا کہ حکمار کا گمان ہے، بلکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس منصب بلند کے لئے مخصوص کر لیتا ہے۔

ساتھ ساتھ امام رازی کا قول بھی سن لیجئے۔

"النفوس والارواح متساویہ فی تمام الماهیه فحصول النبوۃ والرسالۃ بعضاً دون بعض تشریف من اللہ و احسان و تفضیل"

نفوس و ارواح اپنی ماہیت میں متساوی ہیں پس بعض کے مقابلہ میں بعض کو نبوت و رسالت کا حاصل ہونا پروردگار عالم کی جانب سے تشریف و احسان اور فضل محض ہے اور بس۔

پس بنجوائے آیۂ کریمہ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالته" اس اصطفار کی معلوم کا نام مرتبہ نبوت ہے، اور اسی اصطفا کی قدر معلوم کی بنا پر مصطفین اختیار سے نبوت کے کارہائے گرانمایہ لئے جاتے ہیں۔ پس مرتبہ نبوت نبی کے لئے قائم بذاتہ اور حاصل بلا واسطہ ہے دالبنی بنی ولوکان فی لبطن امہ) اور منصب نبوت ذات نبی کے ساتھ بتوسط مرتبہ نبوت قائم ہوتا ہے لہذا مرتبہ نبوت کا تحقق منصب نبوت سے بے نیاز ہے۔

اس طرح مرتبہ نبوت جو نام ہے ان مجموعی تشریفات و تکریمات الہیہ کا یا بالفاظ دیگر اصطفار کی قدر معلوم کا جو اس نبی کے لئے علم ازلی میں مقدر ہو چکی ہیں منصب نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل اور سبکدوش ہونے کے بعد بھی بذات الیتی قائم رہتا ہے۔ قبلیت کی مثال ذات گرامی صفات جناب نبی کریم کی ہے۔ احادیث مسطورۃ الذیل ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) اخرج ابن مردویه عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قیل یارسول اللہ متی اُخذ میثاقک قال وآدم بین الروح والجسد۔

ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے تخریج کی انھوں نے فرمایا عرض کیا گیا یارسول اللہ آپ کا میثاق کب لیا گیا فرمایا جبکہ آدم روح و جسد کے درمیان تھے (یعنی تخلیق آدم سے قبل)

(۲) اخرج ابن سعد رضی اللہ عنہ قال قال رجل البنی صلی اللہ علیه وسلم متی استنبئت قال و آدم بین الروح والجسد حین اخذ منی میثاق۔

ابن سعدؓ نے تخریج کی انھوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے جناب نبی کریم سے عرض کیا کہ آپ کب نبی بنائے گئے؟ فرمایا جب کہ آدم روح و جسد کے درمیان تھے (یعنی تخلیق آدم سے قبل) مجھ سے میثاق لیا گیا۔

(۳) واخرج البزار والطبرانی فی الاوسط وابونعیم فی الدلائل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قیل یارسول متی کنت نبیاً قال وآدم بین الروح والجسد۔

بزار اور طبرانی نے اوسط میں اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس سے تخریج کی کہ انھوں نے فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ آپ کب شرف نبوۃ سے مشرف ہوئے فرمایا جبکہ آدم روح و جسد کے درمیان تھے (یعنی تخلیق آدم سے قبل)

(۴) واخرج احمد والبخاری فی تاریخه والطبرانی والحاکم وصححه وابونعیم والبیهقی معاً فی دلائل عن میسرۃ الفجر رضی اللہ عنه قال قلت یارسول اللہ متی کنت نبیاً قال و

امام احمد بن حنبل نے اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے اور حاکم نے (اور حاکم نے اسے صحیح بھی کیا ہے) اور ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل النبوۃ میں میسرۃ الفجرؓ سے تخریج کی کہ انھوں نے فرمایا میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ

آدم بین الروح والجسد۔

(۵) واخرج الحاکم وابونعیم والبیہقی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم متی وجبت لک النبوۃ قال بین خلق آدم ونفخ الروح فیہ۔

(۶) واخرج ابونعیم عن الصنابحی قال قال عمر رضی اللہ عنہ متی جعلت نبیا قال وآدم منجدل فی الطین۔

(۷) واخرج ابن سعد عن مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متی کنت نبیا قال وآدم بین الروح والطین۔

(۸) واخرج ابن سعد عن ابن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ متی جعلت نبیا قال وآدم بین الروح والجسد۔

(۹) واخرج ابن جریر عن قتادہ رضی اللہ عنہ واذ اخذنا من النبیین میثاقہم ومنک ومن نوح قال ذکر لنا ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول کنت اول الانبیاء فی الخلق وآخرہم فی البعث۔

(۱۰) واخرج الحسن بن سفیان وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابونعیم فی الدلائل والدیلمی وابن عساکر من طریق قتادہ عن الحسن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قول اللہ واذ اخذنا من النبیین میثاقہم الایہ قال کنت اول النبیین فی الخلق وآخرہم فی البعث فبدی بہ قبلہم۔

کب شرف نبوت سے مشرف ہوئے فرمایا جبکہ روح وجسد کے درمیان تھے۔

حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے ابی ہریرہؓ سے تخریج کی کہ انھوں نے فرمایا کہ جناب نبی کریمؐ سے عرض کیا گیا کہ آپ کو نبوت کب ملی آپ نے فرمایا حضرت آدم کی پیدائش اور ان میں روح پھونکنے کے درمیان۔

ابونعیم نے صنابحی سے تخریج کی انھوں نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا آپ کب نبی بنائے گئے آپ نے فرمایا جبکہ آدم مٹی ہی میں تھے۔

ابن سعدؓ نے مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر سے تخریج کی کہ ایک شخص نے جناب نبی کریمؐ سے دریافت کیا کہ آپ کب شرف نبوت سے مشرف ہوئے آپ نے فرمایا جبکہ آدم روح وجسد کے درمیان تھے (یعنی تخلیق آدم سے قبل)

ابن سعد نے ابن ابی الجدعاءؓ سے تخریج کی انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے آپ نے فرمایا جبکہ آدم روح وجسد کے درمیان تھے (یعنی تخلیق آدم سے قبل)

ابن جریر نے قتادہ سے آیۃ میثاق کے ضمن میں تخریج کی کہ انھوں نے فرمایا کہ ہمیں بتایا گیا کہ جناب نبی کریم فرمایا کرتے تھے کہ میں تخلیق میں پہلا نبی ہوں اور بعثت میں آخری۔

حسن بن سفیان، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم (دلائل النبوۃ میں) دیلمی وابن عساکر نے قتادہ عن الحسن عن ابی ہریرہ عن النبیؐ کے طریق سے آیت میثاق کے ضمن میں تخریج کی کہ حضور نے فرمایا کہ میں تخلیق میں پہلا نبی ہوں اور بعثت میں آخری۔ پس انبیاء کرام سے پیشتر سلسلہ نبوت کی ابتدا آپ کی ذات گرامی صفات سے کی گئی۔

احادیث مسطورۃ الصدر شاہد ہیں کہ جناب نبوت مآب تخلیق آدم سے قبل مرتبہ نبوت سے سرفراز تھے، حالانکہ بالاتفاق یوم بعثت سے قبل "یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ" کے ساتھ مامور نہ تھے۔ پس جناب ختمی پناہ منصب نبوۃ پر فائز ہونے کے قبل مرتبہ نبوت سے سرفراز

اسی طرح بعدیت کی مثال ذات بابرکات حضرت عیسیٰ روح اللہ کی ہے کہ ہر چند آپ یوم بعثت محمدی کو منصب نبوت سے سبکدوش ہو چکے لیکن منصب نبوت سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی مرتبۂ نبوت سے سرفراز ہیں اور ہر چند کہ وہ بعد نزول شریعت محمدی پر کاربند ہوں گے لیکن بایںہمہ مرتبۂ نبوت سے مشرف و ممتاز ہوں گے اور ان کا اتباع شریعت محمدی ان کے مرتبۂ نبوت کے منافی نہ ہوگا۔

پس مرتبۂ نبوت اصل ہے اور منصب نبوت اسی پر متفرع ہوتا ہے۔ یعنی مرتبہ وجود میں مرتبہ نبوت مقدم ہے۔ اور منصب نبوت متاخر لیکن مرتبۂ تعقل میں منصب نبوت مقدم ہے اور مرتبہ نبوت متاخر یعنی ہم انبیاء کرام کے مراتب عالیہ کا اندازہ ان کے مناصب جلیلہ کے اعتبار سے لگاتے ہیں جس طرح تعفن اخلاط اور بخار۔ مرتبۂ وجود میں تعفن اخلاط مقدم ہے اور بخار متاخر یعنی جب اخلاط متعفن ہو جاتے ہیں تو بخار آجاتا ہے لیکن طبیب تعفن اخلاط کا بلاواسطہ ادراک نہیں کر سکتا وہ پہلے بخار کا ادراک کرتا ہے اس کے بعد تعفن اخلاط کا۔ اسی طرح ہم پہلے انبیاء کرام کے مناصب جلیلہ کا اندازہ لگاتے ہیں پھر اسی کے اعتبار سے ان کے مراتب عالیہ کا حالانکہ حقیقتاً ان کے مراتب مقدم اور اصل ہیں اور مناصب فرع اور متاخر۔

مزید توضیح کے لئے ایک جلیل القدر بادشاہ کے اہل مناصب کا خیال کیجیے۔ یوں تو ہر کارگذار و فرمانبردار رعیت کو بادشاہ اس کی کارگذاری و فرمانبرداری کا صلہ دیتا ہے، اس سے خوش ہوتا ہے، اُس کو ترقی دیتا ہے اور موجودہ سے زیادہ بلند مرتبہ عطا کرتا ہے اور موجودہ سے زیادہ ذمہ داری کا منصب دیتا ہے اور اس طرح سے اُسے اس کی فرمانبرداری و کارگذاری کا صلہ دیتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے دوستوں کے زمرہ میں پہونچ جاتا ہے اور اس دوستوں کے زمرے میں بھی بادشاہ کے دوست مختلف المراتب ہوتے ہیں بعض دوست بعض دوست تر۔ لیکن ان دوستوں کے علاوہ دربار کے بعض بعض افراد ہوتے ہیں جنھیں بادشاہ تمام رعایا میں سے برگزیدہ کر لیتا ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ بادشاہ نے ان کو کیوں برگزیدہ کیا ہے۔ اس برگزیدگی کی بنا پر وہ ایک خاص احول میں رہتے ہیں، خاص اوضاع و اطوار کے حامل ہوتے ہیں، دربار کے دوسرے ترقی کرنے والے افراد جن خصوصیات و مراعات کو اپنی سعی و کوشش سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ بغیر کسی سعی و کوشش کے بادشاہ کے برگزیدہ ہونے کی بنا پر ان خصوصیات و مراعات کے حامل ہوتے ہیں۔ سلطنت کے چھوٹے بڑے کاموں میں عام رعایا اپنی اہلیت و قابلیت اور استعداد ذاتی کی بنا پر فائز ہوتی ہے، لیکن سلطنت کے اہم امور انھیں برگزیدگان حکومت کو تفویض کئے جاتے ہیں۔ عامۂ رعیت کو خواہ وہ اپنی اہلیت و قابلیت کے بڑھانے میں کتنی ہی کیوں نہ سعی و کوشش کریں یہ مہمات امور تفویض نہیں کئے جاتے اور کوئی بادشاہ پر حرف گیری نہیں کر سکتا کیونکہ بادشاہ مالک و مختار ہے۔ جس کو چاہتا ہے برگزیدہ کرتا ہے نہ عام لوگ یہ جان سکتے ہیں کہ بادشاہ کی برگزیدگی کا راز کس چیز میں مضمر ہے حتیٰ کہ اس کے دوستوں تک کو اس بات کی خبر نہیں ہوتی کیونکہ اس کی برگزیدگی کسی رعایا کے بنائے ہوئے قانون کی پابند نہیں ہے وہ اپنے افعال میں آزاد اور مطلق غیر مقید ہے۔

رموز مملکت خویش خسرواں دانند   گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

بادشاہ کی یہ برگزیدگی بجز اس کی خواہش و ارادے کے ظہور میں آجاتی ہے نہ کہ عقلاء سلطنت کی دماغ سوزی کی بنا پر کہ چونکہ اس فرد میں یہ خواص ہیں لہذا اسے برگزیدہ کیا جائے۔

ہاں بادشاہ اپنی برگزیدگی میں فرق مراتب ضرور رکھتا ہے، بعض برگزیدہ ہیں، بعض برگزیدہ تر۔ لیکن نفس برگزیدہ
ہونے میں سب برابر ہیں، رہا فرق مراتب تو یہ برگزیدگی کے علاوہ امر زائد ہے اور فرق مراتب کی بنا پر عقلاء سلطنت یہ بھی
نہیں بتا سکتے کہ کن خواص وصفات کی حاملیت کی وجہ سے یہ برگزیدگی ظہور میں آتی ہے بالفاظ دیگر نفس برگزیدگی کے
اجزاء ترکیبی کیا ہیں۔

بادشاہ کے اپنے دل میں ان برگزیدگان سلطنت کا فرق مراتب ہے اور عامۂ رعیت کو بھی ایک حد تک اس فرق مراتب
کا شعور ہے اگرچہ تفصیلی علم نہیں ہے۔ یہ کس طرح؟

بادشاہ برگزیدگان سلطنت کو برگزیدہ کرتا ہے اور مہمات امور سلطنت انھیں تفویض کرتا ہے جو جتنا برگزیدہ ہوتا
ہے اتنی ہی ذمہ داری کی مہم اُسے تفویض کی جاتی ہے حالانکہ برگزیدگی پہلے ظہور میں آتی ہے اور تفویض مہم بعد میں لیکن
عامۂ رعیت کسی برگزیدہ سلطنت کی برگزیدگی کا اندازہ تفویض شدہ مہم کی اہمیت سے کرتی ہے، لوگ جس برگزیدۂ
سلطنت کو زیادہ اہم مہم حکومت کے فرائض انجام دیتے ہوئے دیکھتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ بادشاہ کے دل میں اس کی اتنی
ہی زیادہ برگزیدگی ہوگی اور فرائض مفوضہ کی اضافی اہمیت سے وہ برگزیدگان سلطنت کی اضافی برگزیدگی کا اندازہ لگاتے ہیں۔

اس تمثیل کو امور الٰہیہ میں جاری کیجئے فرق اتنا ہے کہ دنیاوی بادشاہ کتنے ہی جلیل القدر کیوں نہ ہوں ان پر کوئی
نہ کوئی پابندی ضرور ہوتی ہے لیکن مالک الملک لا الٰہ الا ھو کسی قید و رسم کا پابند نہیں "یفعل ما یشاء و یحکم
ما یرید" اس کی شان ہے۔ پھر دنیاوی بادشاہ کتنا ہی عقل کل کیوں نہ ہو خطا و غلطی کا اس سے احتمال ہو سکتا ہے بخلاف
خدائے حکیم و علیم کے کہ علام الغیوب ہے اور "لا یعزب من علمہ شیء" اس کی شان ہے۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ
دنیاوی بادشاہوں کے برگزیدگان ہر چند کہ سلطانی تربیت سے ہر دم متمتع و مستفید رہتے ہیں لیکن ان کے عصیان و
نافرمانبرداری کا احتمال ہے بخلاف برگزیدگان حضرت الوہیت کے کہ ہدایت ازلی و توفیق لم یزلی طرفۃ العین کے لئے
ان سے جدا نہیں ہوتی اور پھر کہاں ایک دنیوی بادشاہ کی سلطنت اور کہاں خالق ارض و سما کی الوہیت۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

مگر ذہن انسانی کی ساخت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ مجردات کا تعقل اس سہولت کے ساتھ نہیں کر سکتا جس طرح
مادیات کا۔ بلکہ مجردات کا تعقل بھی مادیات کی تمثیل کی وساطت سے کرتا ہے۔ اللہ کی وحدانیت کی تصدیق ہم دل کی گہرائیوں
میں پاتے ہیں لیکن اس کے تعقل کے لئے شمع و فانوس کی مادی تمثیل کے محتاج ہیں کہ

"اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ" الآیۃ

امثال و تمثیل کے بغیر ان حقائق لاہوتیہ کا ادراک و تعقل عوام کے لئے جنھیں علم لدنی کی دولت نہیں ملی قطعاً ناممکن ہے۔
بہرکیف تمثیل بالا سے بہت سے مسائل باحسن وجوہ حل ہو جائیں گے۔ جناب باری عز اسمہ کسی بندے کے جذبات
وحسنات سے بیخبر نہیں ہے اور کوئی نیکی بغیر ثواب پائے نہیں رہتی ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ یعنی نیک بندے
حسنات و خیرات میں کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور مرضات حاصل کرتے ہیں اور مقام ولایت پر
فائز المرام ہوتے ہیں۔ مرتبہ ولایت کسبی ہے

لیکن مرتبہ نبوۃ یا اصطفاء الٰہی کی قدر معلوم مرتبۂ ولایت سے قطعاً مختلف ہے اور دونوں میں کسی قسم کا اشتراک نہیں
ہر چند کہ نبی ان تمام اوصاف حمیدہ و اخلاق رضیہ کا حامل ہوتا ہے جو ولی میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی انسان میں

(علی الفرض) وہ تمام اوصاف پائے جائیں تو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ ولی کسی درجہ تک کیوں نہ پہونچ جائے لیکن نبوۃ کے علو مقام پر فائز المرام نہیں ہو سکتا۔

اصطفار الٰہی ایک بسیط ہے غیر محتمل التقسیم والتجزیہ۔ نفس اصطفار میں تمام انبیاء کرام برابر ہیں اسی واسطے فرمایا گیا ہے۔ لا نفرق بین احد من رسلہ "لیکن تفضیل بعضھم علی بعض سو وہ امر زائد علی حقیقت الاصطفار ہے اور تفضیل وفرق مراتب کے پردہ میں نہ تو نبوت کے تجزیہ کا اعادہ کیا جا سکتا ہے اور نہ نبوت کو نبوۃ کاملہ و نبوۃ ناقصہ (یا نبوۃ متبعیہ و نبوۃ بروزیہ وغیرہ نعوذ باللہ زیف تر اہاتہم) میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

انبیاء کرام کے مراتب نبوت بفحوائے آیۃ کریمہ " تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض " متفاوت ہیں اور تفاوت مراتب علم باری میں بھی ہے اور ہمیں بھی اس کا اجمالی شعور ہے اگرچہ تفصیلی علم نہیں ہے۔ یہ اس طرح کہ اگرچہ مرتبہ نبوت منصب نبوت پر مقدم ہے اور منصب نبوت مرتبۂ نبوت پر مترتب ہوتا ہے لیکن ہم مرتبہ نبوت کے علو کا اندازہ منصب نبوت کی اہمیت اور ذمہ داری سے لگاتے ہیں۔

پس مراتب نبوت کے اضافی مدارج کا تعین مناصب نبوت کی اضافی ہستیوں سے کیا جائے گا اور یہی منزلہ نبوت کی حقیقت ہے۔

منصب نبوت کی اہمیت کے اندازے میں زمان ومکان کو بڑا دخل ہے۔ نبی کی ذات سے جتنے زیادہ زمانہ تک فرائض نبوت انجام پاتے ہیں اتنے ہی اعلیٰ وارفع بعثت ان کی منزلہ ہوگی اور جتنا زیادہ عرصہ عالم میں کسی نبی کے رشد وہدایت کا فیض پہونچا اتنا ہی بلند تر اس کا مرتبہ ہوگا۔ اس معیار پر اگر پرکھا جائے تو صرف ایک ذات سامی ایسی ہے جو زمان ومکان دونوں پر محیط ہے یعنی ذات محمودۃ الصفات جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

باعتبار مکان کے دیکھا جائے تو انبیاء سابقین کی دعوت رسالت مخصوص اوطان ومخصوص اقوام تک محدود تھی جبکہ دعوت محمدی ممالک عالم کی حدود وثغور سے بے نیاز ہے جس کی شاہد آیات ذیل ہیں۔

(۱) وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین — اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت جہان کے لئے۔

(۲) قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً — تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

(۳) وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً۔ — اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

(۴) تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ — بڑی برکت والی ہے وہ ذات کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

(۵) وارسلناک للناس رسولاً۔ — اور اے محبوب ہم نے تمھیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا

(۶) وماھو الا ذکر للعالمین۔ — اور وہ (قرآن یا جناب نبی کریم) تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لئے

(۷) انما انت منذر ولکل قوم ھاد

(۸) یاایھا الناس قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم فامنوا خیراً لکم۔ — اے لوگو تمھارے پاس رسول حق کے تمھارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو

(۹) یاایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبینا۔

اے لوگو بیشک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آ چکی اور ہم نے تمھاری طرف روشن نور اتارا۔

(۱۰) ھوالذی بعث فی امیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانو من قبل لفی ضلال مبین واٰخرین منھم لما یلحقو بھم وھو العزیز الحکیم۔

(اللہ) وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں اُن ہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انھیں (عقائد باطلہ اور اعمال قبیحہ) سے پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب الحکمت کا علم سکھاتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے اور وہ ان میں سے اوروں کو (اہل عجم کو اور ان تمام لوگوں کو جو حضور کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں) پاک کرتے ہیں اور علم سکھاتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے (یعنی ان کا زمانہ نہ پایا یا اُن کے بعد آئے) اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

(۱۱) ومن یطیع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون۔

اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں

(۱۲) انما المومنون الذین اٰمنو باللہ ورسولہ

ایمان والے وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے

(۱۳) ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔

(۱۴) ان ھو الا ذکر للعالمین۔

وہ (قرآن) تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لئے۔

یہ تمام آیات عموم دعوت مکانی پر شاہد ہیں۔ پھر آپ کی دعوت بالاجماع ثقلین کو شامل تھی یعنی آپ انسان واجنہ دونوں کی طرف مبعوث تھے اور اسی پر اجماع امت ہے بلکہ بعض علماء کا تو یہ مذہب ہے کہ آپ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث تھے چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص الکبریٰ میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور ان سے قبل امام سبکی کا بھی یہی قول تھا۔ اور شیخ بارزی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ آپ تمام حیوانات کی طرف بھی مرسل تھے، چنانچہ "حدیث منضب" جس میں گوہ نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی تھی اپنے قول کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

اگر باعتبار زمان کے دیکھا جائے اور عصار نبوت کا لحاظ کیا جائے تو آپ خاتم الانبیاء والرسل ہیں۔ آپ کے رشد وہدایت کا فیض تا قیام قیامت جاری رہے گا۔ جبکہ انبیاء سابقین کا فیض ایک محدود زمانہ تک جاری رہا۔ ان کے جانشین کے مبعوث ہونے کے بعد انھیں منصب نبوت سے سبکدوش کر دیا گیا لیکن جناب خاتم الرسل کا کوئی جانشین ان معنوں میں نہیں ہے جس کے لئے مبعوث ہونے سے آپ کو منصب نبوت سے سبکدوش کر دیا جائے اس کی تفصیل یہ ہے۔

سنت الٰہی یوں جاری ہوئی ہے کہ اوطان اور ازمان واطوار واعصار کے حسب مصلحت پیغمبروں کو کچھ احکام لے کر بندوں کے رشد وہدایت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ یہ عصر نبوت کے انقضا پر ایک پیغمبر جدید شریعت کے ساتھ مبعوث ہوتا ہے اور اس کی بعثت سے شریعت سابقہ منسوخ ہو جاتی ہے۔

https://www.mhussain.in/

دنیا نام ہے اس امتداد زمانی کا جو یوم ہبوط سے نفخ صور اول تک ممتد ہے۔ اس امتداد زمانی کی ایک بدایت ہے اور نہایت جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت و متحقق ہے۔ ما بین اس بدایت و نہایت کے یہ امتداد زمانی محدود ہے۔ یہ محدود امتداد زمانی چند اعصار نبوت پر منقسم ہے۔ ہر عصر نبوت ایک معتد بہ امتداد زمانی رکھتا ہے لہذا اگر اس محدود امتداد زمانی کو مختلف اعصار نبوت کی معتد بہ امتداد ہائے زمانی پر تقسیم کیا جائے تو اعصار نبوت کی تعداد محدود ہوگی۔

ہر عصر نبوت کے اندر عالم ناسوت میں ایک اولوالعزم پیغمبر جدید شریعت کے ساتھ مبعوث ہوا، اس کی بعثت کے دن اس کے پیشرو کی شریعت منسوخ ہوئی اور اس کے جانشین کی بعثت کے دن اس کی شریعت منسوخ ہوئی ان محدود العدد اعصار نبوت میں سے ایک آخری عصر ہوگا کیونکہ ہر محدود و مرتب سلسلے کا ایک آخر ہوتا ہے۔

اس آخری عصر نبوت پر سلسلۂ اعصار نبوت کا ختم ہونا ضروری اور بدیہی ہے اور یہاں پہونچکر خود سلسلہ نبوت کا اختتام واجب ہے اور اس آخری عصر نبوت کے صاحب شریعت پیغمبر پر ختم نبوت من جمیع الوجوہ ثابت و متحقق ہوں اور اسی معتد بہ نبوت سے تا نہایت عالم اہل عالم کی رشد و ہدایت کا کام لیا جائے گا۔

رہا آخر عصر نبوت اور خاتم النبیین کا تعین تو جس وقت اکمال دین اور اتمام نعمت متحقق ہو جائے گا۔ سلسلۂ اعصار نبوت انتہا کو پہونچ جائے گا اور اسی عصر کا صاحب نبوت خاتم النبیین ہوگا۔

ظاہر ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر اسی امت کے متعلق حضرت خداوندی سے ارشاد ہوا تھا کہ

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔"

پس عصر نبوت محمدی کا خاتم الاعصار ہونا ثابت و متحقق ہے اور جناب محمد الرسول اللہ کا خاتم الانبیا والرسل ہونا شکوک و شبہات سے بالا و بالاتر ہے، بالخصوص جبکہ خود آپ کی شان میں "ولکن الرسول اللہ وخاتم النبیین" ارشاد ہوا ہو۔

پس یہ عصر نبوت محمدی خاتم الاعصار اس کے بعد کوئی عصر نبوت نہ ہوگا۔ حقیقت احمدی کو جو ایک خاص مخصوص ارتباط حضرت احدیت کے ساتھ ہے اس کی عظمت مقتضی ہے کہ یہ شریعت مطہرہ رسمت نسخ غیر سے معصوم رہے لہذا یہ شریعت بحیص نفخ صور اول ہوگی اور اس وقت علیٰ حالہ قائم و دائم رہے گی۔

بلکہ بعض علمائے محققین نے تو یہاں تک کہا ہے کہ بفحوائے آیہ کریمہ "وما ارسلناک الا کافۃ للناس" اور حدیث گرامی "بعثت للناس کافۃ" "آپ تمام انبیاء سابقین و امم ماضیہ کی جانب بھی مرسل تھے اور آپ کی دعوت نامہ زمانہ حضرت آدمؑ سے قیام ساعت تک شامل ہے؛ چنانچہ امام سبکی کا یہی مسلک ہے اور اسی کو رازی نے ترجیح دی ہے۔

اعجاز مصطفیٰ

جناب سید عبدالودود صاحب ودود جبلپوری

جو چلی نسیم رحمت لئے نور مصطفائی
ہے ستم رسیدہ خزاں یہ چھائی
ہوئی سرنگوں امارت ہوئی سر بلند غربت
اللہ اور فرشتے بھیجیں درود ان پر

تھے جو پھول کھلکھلائے جو کلی تھی مسکرائی
ہوئی شاد شادمانی پھولی نہیں سمائی
ہے غلام اور آقا آپس میں بھائی بھائی
آتی ہے یہ ہمیشہ ڈالی سجی سجائی

ان کی ودود ہو گر دیوانگی تبسم
صدقے ہو زہد و تقویٰ قربان پارسائی

خطرہ

(از محمد عثمان اعظمی صاحب مدرس مدرسہ عربیہ فارقیہ، بازار رسد انند۔ بنارس)

ہندستان کے بدلے ہوئے حالات میں مسلمان خوف و دہشت کے جس نازک دور سے گذر رہے ہیں وہ ہر اہل نظر پر الم نشرح ہے۔ مسلمانوں کی کون سی وہ آبادی ہے جس پر سراسیمگی اور ہراس طاری نہیں اور کون سی وہ بستی ہے جہاں کے مسلمان اکثریت کے بیباک ہاتھوں مرعوب اور خوف زدہ نہیں ــــ پھر مسلمانوں کی حد سے بڑھی ہوئی سراسیمگی اور پریشانی اپنے اندر جو خطرات رکھتی ہے وہ بھی کسی صاحب نظر پر پوشیدہ نہیں مسلمانو کے اس خوف ہراس کے پیچھے الحاد اور شدھی کا وہ سیلاب عنقریب بڑھنے والا ہے جو مسلمانوں کی بستیوں کے ہر نکڑ پر موج طوفان کی طرح امنڈ رہا ہے۔ یہ خطرہ یقینی ہے کہ مسلمان عزت و آبرو اور مال و دولت کی حفاظت میں اپنے مذہب کو ہی کھو بیٹھے گا اور ہمارے مسلمان زعماء اگر خدانخواستہ اپنی جماعت بندی اور سیاسی رسہ کشی میں ہی لگے رہے تو دیکھیں گے کہ وقت کے ساتھ مسلمان بھی ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔

آپ چاہے میرے اس خیال کو سوء ظن سے تعبیر کریں یا کھلے لفظوں میں مجھے دریدہ دہن کہیں، مجھے سب کچھ منظور ہے۔ لیکن خدارا ہمارے زعمائے اسلام اپنے اختلافات کے اکھاڑوں سے نکل کر تھوڑی دیر کے لئے ہندستان کے بدلتے ہوئے نقشہ کی طرف بھی متوجہ ہوں اور غور کریں کہ میری دریدہ دہنی کہیں حقیقت کا ہی انکشاف نہ کر رہی ہو۔

آپ غور کیجئے کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ادھر عرصہ دراز سے مسلمانوں کی مذہبیت کا یہ عالم ہے کہ اگر کہیں بے نمازیوں کی بستی میں کوئی صرف پانچ وقت کی نماز پڑھ لیتا ہے تو خود بھی اپنے کو مومن کامل سمجھتا ہے اور دوسرے تمام بے نمازی مسلمان بھی اسے قابل احترام اور سچا پکا مسلمان سمجھتے ہیں، حالانکہ اس نمازی کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ مسجد سے نکل کر اپنی پوری زندگی خلاف اسلام امور میں مصروف رکھتا ہے۔ اسی طرح بے روزہ داروں کی ٹولی میں اگر ایک شخص صرف روزہ رکھ لیتا ہے تو یہ اپنے اتقا اور مذہبیت کا رعب بے روزہ داروں پر جماتا ہے اور بے روزہ داروں کی یہ ٹولی بھی اسے باوقار معزز مذہبی مسلمان سمجھ کر اس کا ادب و احترام کرتی ہے حالانکہ اس روزہ دار کی بھی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ روزہ رکھکر وہ سب کچھ کرتا ہے جیسے اسلام کا باغی اور خدا کا بیباک نافرمان کیا کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ جس طرح اندھوں میں کانا راجہ، اسی طرح بے نمازیوں میں صرف نماز پڑھ لینے والا بے روزہ داروں میں صرف روزہ رکھ لینے والا، ان پڑھ میں صرف قرآن پاک کی چند آیتیں زبانی سنا دینے والا وغیرہ وغیرہ سچا پکا مسلمان ہوتا ہے خواہ اس کے علاوہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ خلاف ایمان اور منافی اسلام کاموں میں صرف ہوتا ہو۔

دوسرے لفظوں میں غلط فہمی اور خوش فہمی کی دو مہلک بیماریاں ہیں جن میں مسلمانوں کا ایک ایک فرد مبتلا ہے آج اگر عبداللہ یا عبدالرحمٰن نامی ذلیل و خوار ہوتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ ایک "مومن کامل" ذلیل و خوار ہوا کہ حالانکہ وہ اس حقیقت سے بیخبر ہے کہ وہ دراصل رام کشن پرشاد کے مجسمہ پر عبداللہ اور عبدالرحمٰن کی چڑھی ہوئی کھال ہے یا اگر ایک گوشت خور مسلمان نامی جو اپنی خوش فہمی سے اپنی ہر ذلیل سے ذلیل حرکتوں کو اسلام

سمجھتا ہے اور آج وہ دنیا میں بے دست وپا اور ذلیل و
خوار ہو رہا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اسلام بے دست وپا ہوا
اور اسلام کی وجہ سے میں ذلیل وخوار ہوا حالانکہ اس
غریب کو اس کی خوش فہمی اور غلط فہمی کی دو حسین اور خوبصورت
بیماریوں نے لوٹا اور تباہ وبرباد کیا۔ اس غریب کو اس حقیقت
کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی کہ وہ اسلام کو لے کر ذلیل نہیں
ہے بلکہ اسلام کو چھوڑ کر ذلیل وخوار ہو رہا ہے۔

بہرحال غلط یا صحیح طور پر آج کا مسلمان اپنے آج کے
بدلے ہوئے حالات میں تمام رسوائیوں اور تباہیوں کا
ذمہ دار اسلام اور مذہب کو قرار دیتا ہے اور قرآن و
اسلام کے ان تمام وعدوں کو غلط پا رہا ہے جو عزت وحرمت
کے لئے مسلمانوں سے کئے گئے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں
یہ کہ غلط فہمی اور خوش فہمی کی انھیں دو حسین بیماریوں نے اسلام کی وقعت
ان کے دلوں سے بہت کچھ گھٹا دی۔ اور یہ کیفیت ان
مسلمانوں کی ہے جن میں اسلامی معلومات کا کچھ تذکرہ رہ گیا
ہے تو بھلا ان مسلمانوں کا ذکر کیا جن کو اسلام کا ایک کلمہ بھی
صحیح یاد نہیں۔

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

پس جب ایسا نازک دور مسلمانوں سے گزر رہا ہے تو اس
وقت زعمائے اسلام اور علمائے کرام کا کیا فریضہ ہے؟
میں "پاسبان" کے اہل قلم حضرات سے خصوصیت
کے ساتھ التماس کروں گا کہ اس نازک وقت میں مسلمانوں
کی حقیقی خدمت کی طرف متوجہ ہوں اور جلد سے جلد
انھیں اسلام کی قدر و قیمت اور اس کی عظمت وطاقت
سے روشناس کر کے جلد از جلد ان کی دونوں حسین بیماریوں
(غلط فہمی وخوش فہمی) کو دور کرنے کی کوشش کریں ورنہ
یہ دونوں بیماریاں وہ مہلک بیماریاں ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد ان کا
علاج نہ ہو سکے گا۔ آخر کار یہ دونوں بیماریاں مسلمانوں کو الحاد
اور شدھی کے مرگھٹ پر پہنچا دیں گی۔

نور کی سرکار تیرا شکریہ

(فخر ملت مولانا مولوی شاہد میاں صاحب فاخری)

لمحۂ دیدار تیرا شکریہ
چشم گوہر بار تیرا شکریہ

گریۂ خونبار تیرا شکریہ
رنگ لالہ زار تیرا شکریہ

ساقیٔ سرشار تیرا شکریہ
جمع ہیں میخوار تیرا شکریہ

ابر نیساں بار تیرا شکریہ
یہ ہے کشت زار تیرا شکریہ

ہے گریبانِ وفا با آبرو
اے رفو کے تار تیرا شکریہ

اے نگاہ واپسیں قربان تیرے
وہ ہوئے غمخوار تیرا شکریہ

سر میں ہے سودائے تسلیم و رضا
دست خنجر بار تیرا شکریہ

تنگیٔ دامن ہے ننگ آرزو
دست گوہر بار تیرا شکریہ

زخم سر وحشی کو یاد آنے لگا
نکہت کہسار تیرا شکریہ

بے نیاز فہم و عقل و درک ہوں
مستیٔ پندار تیرا شکریہ

ناپسندیدہ ہیں سب اطوار قوم
رحم کر غفار تیرا شکریہ

داغ دل شاہد کا رشک مہر ہے
نور کی سرکار تیرا شکریہ

"انتظار"

(از ڈاکٹر حمید اللہ نظامی اعظمی)

ملا راعلیٰ کی دنیا ساکت وصامت تھی۔ سبوح وقدوس کی فضاؤں میں سانس لینے والے حیران وپریشان تھے۔ آسمان کے ستارے ایک نامعلوم منزل طے کرنے والے مسافر کی طرح تھک کر بیٹھ گئے تھے۔ ماہتاب بھی اپنے نقرئی چادر کے دامن کو بساط ارض سے سمیٹ رہا تھا قریب تھا کہ چرخ کہن اپنے دامن کے پرزے پرزے کر دے اور زمین کے بسنے والوں پر اسرار الٰہی کا دیرینہ راز منکشف کر دے۔

زمین کے تلاطم خیز سمندر میں نہ طوفان تھا نہ تموج دریا میں نہ موج تھی نہ تھپیڑ۔ ایک اضمحلال تھا اور اک اداسی جو کائنات کے ہر شے کو اپنے دامن میں سمیٹے تھی۔ کلیاں مضمحل تھیں۔ پھول سر بہ گریباں تھے۔ شاخیں خشک تھیں، پتیاں مرجھا رہی تھیں۔ عنادل میں نہ تو شور وشر تھا اور نہ تو پپیہا میں کرب واضطراب نہ تو کوکو کی صدائیں تھیں اور نہ تو کوئل کی پکار۔ نہ طائران خوش الحان کی نغمہ سرائی تھی اور نہ تو مطرب دلنواز کی نوا سنجی۔ غرضیکہ زمانے پر ایک ہُو کا عالم طاری تھا۔ وہ انسان جسے اشرف المخلوقات ہونے پر کبر وغرور تھا۔ وہ اپنی بداعمالی وبدکرداری کی وجہ سے ننگ زمانہ تھا، وہ انسانیت کے مفہوم کو فراموش کر چکا تھا۔ خوں ریزی وفتنہ وفساد اس کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی۔ زمین کے دامن پر بے گناہوں کے خون ظلم واستبداد کا پتہ دے رہے تھے سننے والے کان زندہ درگور بچیوں کی صدائیں سن رہے تھے۔ دیکھنے والی آنکھیں غلاموں کا بلبلا ا لوٹ مٹا دیکھ رہی تھیں، زمین کے سینہ پر انسان کا ہر قدم سرکشی وبغاوت کی تخم پاشی کر رہا تھا۔ معرکہ جنگ وجدال کی گرما گرمی تھی۔ صلح واشتی کے دامن کی دھجیاں اڑائی جا رہی تھیں، فسق وفجور کا بازار گرم تھا۔ اخلاق ذمیمہ پر فخریہ شاعری کی جاتی تھی۔ شراب نوشی وقماربازی میں دنیائے انسانیت سرگرم تھی۔

غرضیکہ یہ انسانیت سوز مظالم کی دردناک تصویر تھی نظام عالم درہم برہم تھا۔ انسانیت کا شیرازہ منتشر تھا۔ یتیموں کے فلک شگاف نعرے فضاؤں میں گونج رہے تھے۔ مظلوموں کی درد بھری آہ باب رحمت کھٹکھٹا رہی تھی کہ یکایک قدرت کائنات کی نگاہ زمانے کے بکھرے ہوئے اوراق پر پڑی۔ فرشتوں کی خاموشی۔ یتیموں کی پکار بیوگان کی فریاد کچھ ایسے دل سوز مناظر تھے کہ رحمت الٰہی کو جنبش ہوئی۔ جبرئیل کو حکم ہوا کہ کائنات کو بشارت دیں کہ خلاصۂ کائنات محبوب کردگار، زمانے کے بادشاہ، کونین کے مالک ومختار جلوہ گستر ہو گئے۔ آسمان وجد میں آکر گردش کرنے لگا۔ ستارے جھلملانے لگے۔ فرشتوں نے تسبیح وتہلیل کی صدائیں بلند کیں۔ سمندر کی لہریں ایک دوسرے سے گلے ملنے لگیں۔ کلیاں مسکرا پڑیں۔ پھولوں نے قہقہہ لگایا۔ ابر کے ٹکڑے فضاؤں پر چھا گئے اور پیاسی زمین کو سیراب کرنے لگے۔ زمین نے بھی سبز مخمل کا زرّیں زیب تن کر لیا۔ ربیع الاول شریف کی بارھویں تاریخ ہے، صبح صادق اپنے قسمت پہ ناز کر رہی ہے، فرشتے شمع کافوری ہاتھوں میں لئے ہوئے حوران بہشت دست بستہ صف آرا تھیں۔ انبیا ورسل صلوٰۃ وسلام بھیج رہے ہیں کہ اسی اثنا میں دنیا کا معلم حقیقی پیکر نورانی میں جلوہ گستر ہوا اور کائنات کی ہر شئے

محمد آئے احمد آئے

(بقیہ صفحہ)

چاند دو ٹکڑے ہو گیا تاریخ عالم اس کی شاہد ہے۔ اسی کو عزیز لکھنوی نے بہت پیارے انداز میں کہا ہے ؎

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں
مہ نے شق ہو کے لیا ہے دین کو آغوش میں

جنگ خیبر میں جبکہ فتح نہیں ہو رہی ہے حضرت علیؓ کو طلب فرماتے ہیں آپ آشوب چشم سے پریشان ہیں اپنا لعاب دہن آنکھوں میں لگا دیتے ہیں حضرت علی کو شفا ہو جاتی ہے اور آپ جنگ میں فتح حاصل کرتے ہیں۔

جنگ خندق میں خندق کھودی جا رہی ہے ایک صحابی عرض کرتے ہیں سرکار بھوک بہت لگی ہے اور پیٹ کھول کر دکھاتے ہیں اس پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا آپ نے اپنا پیٹ کھول کر دکھایا اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری دیکھ کر بے تاب ہو گئے بیوی کے پاس گئے فرمایا سرکار دو وقت کے فاقے سے ہیں بیوی نے دیکھا تو صرف آدھ سیر آٹا اور ایک بکری کا بچہ موجود تھا اسی وقت ذبح کیا گیا جب پک کر تیار ہوا تو سرکار نے اعلان فرما دیا کہ جابر نے تم سب لوگوں کی دعوت کی ہے سب لوگ جابر کے یہاں آئے سرکار نے اپنا لعاب دہن کھانے میں ملا دیا اس میں اتنی برکت ہوئی کہ سب نے سیر ہو کر کھا بھی لیا اور ایک ٹکڑا بچ بھی گیا۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب تک وہ روٹی کا ٹکڑا میرے یہاں رہا مجھے کبھی کھانے کی تکلیف نہیں ہوئی ایک مرتبہ میری بکری نے وہ ٹکڑا کھا لیا تو اتنا دودھ دینے لگی کہ میرے سارے برتن دودھ سے بھر جاتے تھے اور اس کا دودھ کم نہ ہوتا تھا۔

جنگ بدر میں سرکار نے جس کو جس جگہ بھی فرمایا وہیں مرا ہوا پایا گیا۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زانوئے اقدس پر سرکار آرام فرما رہے تھے کہ عصر کا وقت آیا لیکن حضرت آرام فرما تھے اس لئے حضرت علیؓ نے اٹھانا مناسب نہ سمجھا جب وقت آخر ہو گیا تو اس رنج میں کہ عصر کی نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ حضرت علی کی آنکھوں سے سرکار کے رخسار پر ایک قطرہ آنسو کا گرا آنکھ کھولدی سبب پوچھا حضرت علی نے بتایا کہ عصر کا وقت ختم ہو رہا ہے سرکار نے اشارا فرمایا سورج واپس لوٹ آیا جب سرکار نے نماز پڑھ لی تو پھر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

جب آپ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام لبغرض تجارت تشریف لے گئے تو بحیرا راہب نے کہا کہ اے ابو طالب اس بچہ کو گھر لے جاؤ یہ اللہ کا نبی موعود ہے مبادا یہودی اس کو گزند پہنچائیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ابر اس پر سایہ کئے ہوئے ہے اور درخت اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

سرکار نے جب کسی پتھر پر اپنے قدم رکھ دئے تو اس پتھر نے اپنے سینہ پر سرکار کا نقش پا لے لیا چنانچہ مختلف مقامات پر آج بھی آپ قدم رسول پائینگے حقیقت میں یہ وہی پتھر ہیں جنھوں نے اپنے سینہ پر قدم رسول لے لیا اور مقام ارفع و اعلیٰ پر نصب کئے گئے

ہرنی آپ کے پاس فریاد لے کر آئی اس نے سرکار سے کلام کیا اور اپنا مقصود حاصل کر لیا۔

ہجرت کرتے وقت سرکار اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک غار میں چھپ گئے حضرت صدیق اکبر کو ایک سانپ نے کاٹ لیا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگا دیا صحت ہو گئی۔

سرکار ایک بہت پرانی قبر کے پاس تشریف لیگئے وہ قبر شق ہو گئی مردہ میں جان پڑ گئی اور اس نے قبر سے نکلکر سرکار کے رسالت کی شہادت دی۔

سرکار نے ایک مرتبہ پانی برسنے کی دعا فرمائی اس قدر پانی برسا کہ مدینہ کی گلیوں میں جل تھل ہو گیا۔

سرکار جس راہ سے گزرتے اتنی خوشبو پھیلتی کہ ڈھونڈنے والا بآسانی پالیتا۔

ایک پیالہ پانی کا پیش کیا گیا آپ نے انگشت مبارک اس میں ڈالدی وہ پانی اتنا بڑھا کہ جس قدر بھی وہاں آدمی تھے سب سیراب ہو گئے پھر بھی بچ گیا ہجرت کے موقعہ پر راستہ میں ایک خیمہ نظر آیا آپ اس میں تشریف لے گئے، دودھ طلب فرمایا ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی اس نے کہا میرا شوہر بکریاں چرانے لے گیا ہے ایک کمزوری بکری اپنی کمزوری سے نہ چل سکی اس لئے رہ گئی اور اس کے دودھ بھی نہیں ہوتا آپ نے برتن طلب فرمایا اور اس کا دودھ دوہا اس قدر دودھ نکلا کہ سارے برتن اس کے بھر گئے اور سب لوگوں نے سیر ہو کر پی بھی لیا اور بکری کا تھن ویسے ہی دودھ سے بھرا رہا اسی طرح ہزاروں اہل حاجت آئے اپنا دامن مراد گوہر مقصود سے مالا مال کر گئے۔

یہ تو میں نے چند معجزے آپ کے سامنے پیش کئے ہیں لیکن جیسا کہ میں نے اوپر کہا سرکار کے اس قدر معجزات ہیں کہ اگر حضور کو سراپا معجزہ ہی کہا جائے تو یہ بیجا نہ ہو گا اور آپ بنظر غائر ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو ذات نبوی سراسر معجزہ معلوم ہو گی۔

ان محیر العقول اور بعید از قیاس باتوں کے ظہور کے بعد بھی کوئی اپنی آنکھوں کو بند کرے اور ایمان نہ لائے تو مقام حیرت ہے اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ بغض وحسد و تعصب کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

بتکدہ میں نعرۂ اللہ اکبر آج ہے

جناب مولوی حمید متین صاحب شمسی

آمنہ خاتون کا گھر طور منظر آج ہے
جلوۂ حق آغوشِ مادر آج ہے

ہو نہو بیشک یہی ہیں شافعِ روزِ جزا
امتی یا امتی لب پر برابر آج ہے

آفتاب دیں ہوا چرخ ہدایت پر طلوع
آئینہ کفر و ضلالت کا مکدر آج ہے

اے ثوبیہ ہو مبارک آج آزادی کا دن
رحمت باری ابو طالب کے گھر پر آج ہے

اللہ اللہ آمد خیر البشر کا اہتمام
بتکدوں میں نعرۂ اللہ اکبر آج ہے

لے کے آئی ہے صبا لیکر پیام جانفزا
غنچہ غنچہ باغ کا جامہ سے باہر آج ہے

پینے والے آزمالیں اپنے اپنے ظرف کو
دور بزم ساقی تسنیم و کوثر آج ہے

ہر طرف بکھرے پڑے ہیں گلشن رحمت کے پھول
معصیت کا داغ بھی رشک گل تر آج ہے

ہونے والا ہے وفا اب وعدۂ اتمام نور
اپنی ناکامی پر شیطاں خاک بر سر آج ہے

پائیں گے ایمان کی دولت ابو بکر و عمر
مژدۂ شاہی پئے عثمان و حیدر آج ہے

المدد اے چارہ ساز درد عصیاں المدد
شمسی بیمار کا حال اور ابتر آج ہے

پیغمبر اسلام و اسیرانِ جنگ

(از فاضل نوجوان مولنا غلام کریم شائق نظامی)

آج قانون و انصاف، امن و صلح کے نام پر دنیا کی مہذب قومیں جس وحشت و بربریت کا مظاہرہ کر رہی ہیں وہ انصاف پسند نگاہوں سے پوشیدہ نہیں محسن انسانیت، داعی امن و صلح، محافظِ حقوق انسانی جیسے پاکیزہ و مقدس القاب سے ملقب ہو کر عملی زندگی میں جو نمونے پیش کر رہی ہیں، وہ خود ان کی ذہنیت و خیالات کا آئینہ ہیں، اور ان کے دلکش و دلفریب دعوے کی حقیقت کو بے نقاب کر رہے ہیں،

یہ سفید فام ہستیاں اپنے سینوں میں سیاہ دل لئے ہوئے عدل و انصاف کی جو مثالیں پیش کر چکی ہیں یا پیش کر رہی ہیں ان کے چند نمونے آپ کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔

تاریخ عالم پر نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جنگ جس کا تصور بھی اتنا ہی بھیانک ہے جتنا اس کی حقیقت و اصلیت، اور ہر دور میں سوائے ان چند حیوان نما انسانوں کے جن کی سرشت ہی تخریبی عناصر کی مرہون تھی، اور جن کی فطرت انسانی ان کے جذبۂ حیوانیت سے مغلوب و مفلوج ہو کر رہ گئی تھی، کسی سلیم الفطرت، سنجیدہ مزاج، اور امن پسند ہستی نے جنگ کے تخریبی پہلو اور اس کے تباہ کن نتائج سے انکار نہیں کیا۔

اس اعترافِ حقیقت کے باوجود اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر زمانہ اور ہر دور میں جنگ ایک ناگزیر شے رہی، اور ہمیشہ ہی دنیا کی مختلف طاقتیں آپس میں ٹکراتی رہیں، مختلف قوتوں میں زور آزمائیاں ہو گئیں، اور مختلف ممالک آپس میں لڑے اور خوب خوب لڑے، زمانہ نے فتح و شکست اور قوموں کے عروج و زوال کے ہزاروں مناظر دیکھے۔

یہ صحیح ہے کہ ان کے اسباب و علل مختلف رہے کہیں ان کی محرک قیام امن اور ظلم و ستم کی بیخ کنی بنی، اور کہیں حکمرانی و ملک گیری کا جذبہ، کوئی جماعت مظلوموں کی حمایت میں نبرد آزما ہوئی، اور کوئی طاقت ظلم و ستم کی اعانت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

کسی نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بیکس و مجبور انسانوں کی آزادی و رہائی کے لئے تلوار اٹھائی تو کوئی خدا کی آزاد مخلوق کو ان کے حقوق سے محروم کر دینے کی نیت سے کمربستہ ہو گیا، کسی نے ظلم و ستم، قید و بند غلامی و ملک گیری ہی کو مقصد جنگ ٹھہرایا، اور کسی نے امن و صلح، آزادی و رہائی، اور انسانی فلاح و بہبود کو شعبۂ آویزش قرار دیا، کسی نے جنگ کے پس منظر نسل انسان کی تعمیر اور اس کی حیات و بقا کی جھلک دیکھی، اور کسی کی نگاہ اس کے تخریبی حدود سے آگے تجاوز نہ کر سکی،

بہر حال اسباب و وجوہ کچھ بھی رہے ہوں لیکن یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ دنیا نے جنگ کے مصائب سے کبھی نجات نہیں پائی، خواہ اقوام عالم پر وہ عالمگیر حیثیت سے اثر انداز ہوئی ہو، یا جزئی طور پر،

ساتھ ہی اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فاتح اقوام نے مفتوح جماعتوں کو بیدردی کے ساتھ قتل و غارتگری کا نشانہ بنایا، اور کتنے ہی مظلوم و مجبور ہستیوں کو فتح و کامرانی کی دیوی کے بھینٹ چڑھا دیا، بلا تفریق

وانیاز چند تخریب پسند عناصر کے ساتھ لاکھوں بیگناہ انسان بھی ان کے جبر واستبداد کی قربان گاہ کے نذر ہوگئے، اور نہ ہستیاں جو قید و بند کی زنجیروں میں جکڑی گئیں، ان کی گردنوں میں غلامی کا طوق ڈال دیا گیا، اور انھیں ان تمام حقوق سے محروم کر دیا گیا جو ایک انسان کے فطری حقوق کہے جا سکتے ہیں، فاتح قومیں اس بات کی بھی روادار نہ ہوئیں کہ انھیں انسانیت کی صف میں جگہ دی جائے ان کے ساتھ جانوروں اور چوپایوں سے بھی بدتر سلوک کیا گیا، وہ انسانی پیکر میں حیوان بلکہ اس سے بھی کمتر مخلوق سمجھی گئیں، ان کے لئے قانون وانصاف کے تمام دروازے بند تھے۔

حال کے مدعیانِ تہذیب کے آباواجداد کے "زریں کارناموں" پر تبصرہ کرنا مقصود نہیں، ورنہ ظاہر ہو جاتا کہ تہذیب وتمدن کے علمبرداروں کے اسلاف کی تاریخ کن "سنہرے واقعات" سے مزین ہے اور اس مہذب دور میں وہ کن خطابات کے مستحق سمجھے جا سکتے ہیں، تاہم اصل مقصد کی طرف رجوع کرنے سے پہلے ان کے کارناموں کے چند نمونے پیش کرنے مناسب معلوم ہوتے ہیں تاکہ ناظرین انھیں سامنے رکھتے ہوئے اسیران جنگ کے ساتھ پیغمبر اسلام (فداہ ابی وامی) صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سلوک فرمائے ہیں ان کی اہمیت کا اندازہ فرما سکیں۔

دورِ قدیم اور اسیرانِ جنگ

(۱) جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب "اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن" میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکتِ نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے، جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔

(۲) اکیلی سلطنتِ اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا تھا جن میں بتیس ہزار آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔ (رحمۃ اللعالمین ج ۲ ص ۲۶۲ بحوالہ اعجاز التنزیل)

صرف یہ دو نمونے آپ کے سامنے ہیں اور جیسا کہ ان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ایک کروڑ تئیس لاکھ چالیس ہزار ہلاک شدگان میں صرف وہی ہیں جن کی تباہی "مذہب کے مقدس ہاتھوں" سے عمل میں آئی، ان اعداد وشمار میں اُن بدنصیبوں کا ذکر نہیں جو ملک گیری کی ہوس اور جذبۂ انتقام کی بھینٹ چڑھ گئے۔

یہ تو ان کا ذکر ہے جو اپنی ہی قوم و اپنے ہی ہم مذہب انسانوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنے، اہل اسپین کی طرح مذہب کے نام پر اہل یورپ نے اسیران جنگ کے ساتھ جو سلوک برتا، بالخصوص صلیبی لڑائیوں میں مسلم اسیروں کے ساتھ وہ تاریخ دان طبقہ پر پوشیدہ نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ان کے وحشیانہ سلوک پر انسانیت بھی چیخ چیخ اٹھی۔

لیکن یہ اس زمانے کے واقعات ہیں جس پر آج کی "مہذب دنیا"، "دورِ جہالت"، کا بورڈ آویزاں کر چکی ہے: یہ "ان آباواجداد" کے کارنامے ہیں جن کے "مہذب فرزند"، انھیں غیر مہذب، وحشی، اور غیر تربیت یافتہ ہونے کے "خطابات" سے نواز چکے ہیں، اور اس طرح اپنے اسلاف کے ان کارناموں کے نمایاں نقوش کو مٹانے کی بیجا کوشش کی جا رہی ہے۔

گویا زمانۂ سابقہ میں اسیران جنگ کے ساتھ وحشت و بربریت کا جو مظاہرہ کیا گیا، اس کا واحد سبب موجودہ تہذیب وتمدن کا "فقدان"، تھا۔

بجا ہے ہم نے تسلیم کیا کہ گذشتہ اقوام نے جو کچھ کیا اس کی واحد وجہ ان کی جہالت عدم تربیت اور بے تہذیبی تھی، لیکن کاش اگر اس مہذب دور میں ہمیں ان انسانیت سوز مناظر سے واسطہ نہ پڑتا، اور ہمارے کان ان داستانِ مظالم سے آشنا نہ ہوتے، جو آج تہذیب وتمدن کی اسٹیج پر دکھائے اور سنائے جا رہے ہیں۔

دورِ جدید و اسیرانِ جنگ

۱ ایک اسی (ملحمۃ الکبریٰ)

جنگ عالمگیر ہی کو لے لیجئے جس کی مشعلوں کی لپیٹ میں تمام ہی ممالک کسی نہ کسی حیثیت سے آ گئے۔ اور ملاحظہ فرمائیے کہ

فاتح اقوام نے مفتوح اسیران جنگ کے ساتھ کن "مہذبانہ" سلوک کو روا رکھا، ہٹلر تو اس تہذیبی انکشن کا نشانہ نہ بن سکا، اس کی بلا اس کے ملک و خاندان کے سر پر پڑی، لیکن اس کے شریک کاروں کا جو حشر ہوا اس سے دنیا واقف ہے۔ دار و رسن، قید و بند، ضبطی جائداد کے بعد بھی اقوام غالب کا جذبۂ انتقام سرد نہ پڑا اور بالآخر ملک بھی تقسیم کی نذر ہو گیا،

جرمنی کے حلیف جاپان نے جب "ایٹم بم" کی شیطانی طاقت کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے تو اتحادی اقوام نے محب وطن جاپانیوں کے ساتھ کس "تہذیبی روایات" کو قائم رکھا؟

ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ "ٹوکیو" میں بین الاقوامی عدالت کی اکثریت نے بعض منصف مزاج اراکین عدالت کے منصفانہ فیصلہ کے خلاف جاپانی اسیروں کی قسمت کا فیصلہ ان الفاظ میں سنایا کہ "جاپانی وزیر اعظم جنرل ٹوجو اور اس کے چھ شریک کاروں کو سولی، اور اٹھارہ دیگر محب وطن جاپانیوں کو عمر قید" کی سزا تجویز کی جاتی ہے۔

آپ متحیر ہوں گے کہ وہ کون سے ایسے سنگین جرائم تھے جن کا ارتکاب ان کے لئے پیام موت لے کر آیا، اور جن کی بنا پر محکمۂ عدل و قانون سے ایسا "منصفانہ" حکم نافذ ہوا۔

یوں تو قانون ان کے ہاتھ میں ہے جس طرح وہ چاہیں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، جرائم کی جو فہرست چاہیں مرتب کر سکتے ہیں، لیکن ان جرائم کی اصلیت و حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ "اہل جاپان نے سورج دیوتا کے فرزند "ہیرو ہیٹو" کی بندگی کا جواب اپنے کندھوں سے اتار کر "خدایان یورپ" کی بندگی و غلامی کا طوق کیوں نہ اپنی گردنوں میں ڈال لیا؟ کیوں نہ ساحران فرنگ کے اشاروں پر کٹھ پتلی کی طرح رقص کرنے پر آمادہ ہوئے؟ ایشیا کی سیاہ فام مخلوق کے ہم نشیں ہو کر یورپ کی سفید فام اقوام کی ہمسری کا خواب کیوں دیکھتے رہے؟ اتحادی جنگی بیڑوں کے سورماؤں کو ہلاک کرنے کا منصوبہ کیوں باندھا؟ کیوں نہ یورپی "سپیروں" کی "تو بنی" کی صدا سے مسحور ہو کر اپنے کو ان کی جھولی کے حوالہ کر دیا؟

کچھ ایسے ہی "سنگین جرائم" ہیں جن کی بناء پر "بین الاقوامی عدالت کی اکثریت" یہ فیصلہ دینے پر مجبور ہو گئی اور ان بدنصیبوں کی دردمندانہ اپیل پر "امریکی عدالت عالیہ" کے دروازے بھی ان پر بند ہو گئے، اور وہاں بھی انھیں عدل و انصاف، رحم و کرم کی بھیک نہ مل سکی، بالآخر "جنرل ٹوجو اور اس کے چھ رفقا کار، اتحادی اقوام کے جذبۂ انتقام کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اور اہل یورپ نے جرمنی و جاپان کی اسٹیج پر اہل جرمنی و جاپان کی قسمت کا خونی ڈرامہ کھیل کر پھر ایک بار اپنے آبا و اجداد کے "زریں کارناموں" کی یاد تازہ کر دی۔

حق و باطل کی معرکہ آرائی

کفر و اسلام میں بھی باہم آویزشیں ہوئیں اور بعض ناگزیر حالات کی بنا پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم و جاں نثاران ملت کو متعدد بار مخالفین کے مقابلے میں صف آرا ہونا پڑا۔ تحفظ انسانیت، قیام امن، اعلان حق و صداقت کے مقدس جذبے کے ساتھ شمع رسالت کے پروانے، طاغوتی طاقتوں سے ٹکرائے، اور ان تمام باطل قوتوں کو پاش پاش کر دیا جو حق و صداقت کی آواز دبا دینے کی غرض سے متحد ہو گئی تھیں، ان میں کچھ مقتول بھی ہوئے اور کچھ اسیر بھی، اب دیکھنا یہ ہے کہ پیغمبر اسلام (فداہ ابی و امی) صلی اللہ علیہ وسلم نے آئین و دستور کے مطابق ان اسیروں کے ساتھ کیا برتاؤ فرمایا جو اپنے جبر و استبداد کے ہاتھوں حقانیت کا گلا گھونٹ دینے پر

پر تُلے ہوئے تھے۔

مخالفین کا بہتان مجاہدین اسلام پر

یہ بھی عرض کردوں کہ اسلام نے "اسلامی غزوات وسرایا"، کو اس رنگ میں پیش کیا کہ دنیا دھوکہ میں آگئی، غیر تو غیر بعض اہل اسلام بھی یہ سمجھنے لگے کہ ان کے اسلاف کی ہر نقل وحرکت جنگی غرض وغایت کے ماتحت تھی، اور دیگر اقوام کی طرح ان کے اسلاف بھی ایک جنگجو جماعت کے افراد تھے، حالانکہ یہ اُن مقدس ہستیوں پر ایک کھلا ہوا بہتان ہے، جیسے صداقت وواقفیت سے کوئی لگاؤ نہیں۔

حقیقت شناس نگاہیں ان غزوات وسرایا کے اسباب وعلل سے خوب واقف ہیں، ضرورت نہیں کہ اس پر مزید گفتگو کی جائے، اگر صرف "غزوہ وسریہ" کے لغوی معنی ہی پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلامی "غزوات وسرایا"، کو جنگ کا نام دینا کتنا قرین انصاف ہے

لغت میں غزوہ وسریہ کی حقیقت

لغت میں غزوہ وسریہ کے معنی "قصد وسیر" کے ہیں، گویا متقدمین نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرام کی ہر نقل وحرکت کو دو قسموں میں منقسم کیا (۱) جو نقل وحرکت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، اس کا نام "غزوہ" ہے، اور غزوات کی کل تعداد امام بخاری علیہ الرحمہ نے بروایت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ اُنیس بیان فرمایا ہے۔

(۲) وہ نقل وحرکت جو کسی ایک مسلمان یا ایک سے زائد نے کی ہو اس کا نام "سریہ" ہے، اور سرایا کی کل تعداد کم وبیش تریسٹھ تک پہنچتی ہے۔

اسیران جنگ کے ساتھ رحمۃ اللعالمین کے حسن سلوک کا اجمالی خاکہ

مذکورہ بالا (۸۲) غزوات وسرایا میں کل اسیران جنگ کی تعداد (۶۵۶۴) تک پہنچتی ہے جن کے ساتھ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سلوک فرمایا۔

(۶۳۴۷) قیدی از روئے لطف واحسان غیر مشروط طور پر آزاد ور ہا کر دیئے گئے صرف دو قیدی ایسے تھے جو سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کئے گئے۔

(۲۱۵) کے متعلق قطعی طور پر پتہ نہ چل سکا کہ اُن کا کیا حشر ہوا، کیا تعجب کہ جس نبی رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے (۶۳۴۷) کو اپنی رحمت سے نواز اہو اس نے (۲۱۵) کو بھی بندۂ لطف واحسان بنا لیا ہو، اور اغلب ہے کہ یہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو کر شمعِ رسالت کے پروانوں میں شامل ہو گئے ہوں، (رحمۃ اللعالمین، ج ۲ صفحہ ۲۶۵)

اسیران جنگ کے ساتھ رواداری وحسن سلوک کے کچھ تفصیلی نمونے

یہ تو اسیران جنگ کے ساتھ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رواداری وحسن سلوک کا ایک اجمالی خاکہ تھا، اب کچھ تفصیلی نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

اسیران بدر

حق وباطل کی اولیٰ معرکہ آرائی میں جبکہ حق کے سامنے باطل سرنگون ہوا، اور ہنگامۂ کارزار سرد پڑتے پر وہ لوگ اسیروں کی صورت میں دربار رسالت میں پیش کئے گئے، جو مرکز کفر وعناد کے جگر پارے تھے، اور جن کی ہستی اسلام کے لئے مستقل خطرہ تھی، جو باطل قوتوں کے پشت وپناہ ویاور تھے، جن کے وجود وعدم پر کفر وشرک کے مستقبل کا مدار تھا، ان میں وہ بھی تھے جنھوں نے پیغام نبوی کا منہ چڑایا، شان رسالت میں گستاخیاں کیں، جسم اقدس پر نجاست ڈالی، سجدے کی حالت میں گلوئے نبوی میں چادر کا پھندا ڈال کر بیدردی کے ساتھ گھسیٹا، مسلسل ڈھائی سال تک شعب ابی طالب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جان نثاروں وبنی ہاشم کو بے آب ودانہ محصور رکھا، اور اپنی ہر امکانی کوشش میں ناکام ہو کر شمعِ رسالت ہی بجھا دینے کی نیت

ے کاشانۂ اقدس کا محاصرہ کیا، اور وہ لوگ بھی تھے
جنھوں نے حلقہ بگوشانِ اسلام پر نت نئے انداز سے
ظلم وستم ایجاد کئے، جن کے ہاتھوں اہل اسلام کو وہ مصائب
وشدائد پہنچے جن کے تصور سے آج بھی رونگٹے کھڑے
ہو جاتے ہیں اور جن کے نقوش سے آج بھی تاریخ کا
سینہ سیاہ ہے۔

وہی اساطین مکہ، ورؤسائے قریش جھکی ہوئی نگاہوں
دھڑکتے ہوئے سینوں، اور لرزتے ہوئے دلوں کے
ساتھ قیدیوں کی صورت میں اپنی قسمتوں کا فیصلہ سننے
کے لئے عدالت نبوی میں حاضر ہیں۔

مجلس مشاورت منعقد ہے، شہنشاہِ کونین جاں
نثارانِ ملت سے ان کے مستقبل کے لئے مشورہ فرما
رہے ہیں بحث وتمحیص واختلاف آرا کے بعد زبان رسالت
سے ان مقدس الفاظ میں فیصلہ سنایا جاتا ہے۔

لا تثریب علیکم الیوم فاذھبوا انتم الطلقاء
اے اسیرانِ بدر آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

فتح مکہ

وہی مکہ جو آپ کا مولد ومسکن تھا اور جس سر
زمین پر آپ اور آپ کے نام لیواؤں پر
تیرہ برس تک ظلم وستم کے سیلاب امنڈتے رہے تھے،
جہاں کے باشندوں نے خوفناک درندے بن کر اہل اسلام
کو چیر پھاڑ کر رکھ دینے، اور شمع رسالت کو خاموش کر دینے
کی مکروہ ولرزہ خیز جدوجہد میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا

آج اسی مکہ میں آپ فاتحانہ شان سے داخل ہوتے
ہیں، اہل مکہ اپنے سابقہ جرائم کی پاداش کے تصور سے لرزاں
وترساں ہیں، عورتیں گھروں کے گوشوں میں دبکی بیٹھی
ہیں، بچے خوف سے پیلے پڑ گئے ہیں، رؤسائے قریش کے
سینوں کی گہرائیوں میں ان کے قلوب کانپ رہے ہیں،
کہ دیکھئے چند لمحوں میں ہم پر کیا گذرتی ہے، اور مکہ کی گلیوں
میں کس کس کے خون کا دریا جاری ہوتا ہے۔

دورِ قدیم وجدید کے آئین ودستور کے مطابق
یقیناً وہ اس قابل تھے کہ انکی گردنیں اڑا دی جاتیں،
ان کی پامال لاشوں سے چیل وکووں کی ضیافت کی جاتی
ان کے گھروں کو نذر آتش کر دیا جاتا۔

اعلان عفو عام

لیکن مکہ میں آپ کا داخلہ شہنشاہوں
کا داخلہ نہ تھا، آپ قہر وغضب کا
طوفان بن کر مکہ پر نہیں چھائے، آپ گلزار مکہ میں نسیم
رحمت بن کر داخل ہوئے۔ انسانی خون کے بجائے رحمت
عام وعفو خاص کے سمندر بہہ گئے، اور اس ارض پاک پر
خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہا، قتل عام کی جگہ عفو عام نے
لے لی، سرکش سے سرکش باغی جابر سے جابر دشمن کو بھی
لطف وکرم سے نواز دیا گیا۔

ابوسفیان

کون ابوسفیان جس کا سارا خاندان اسلام
وپیغمبر اسلام (روحی فداہ) صلے اللہ علیہ
وسلم کا جانی دشمن تھا، جو ابتدائے بعثت سے آج تک
معاندین اسلام کی مخالفانہ سرگرمیوں میں پیش پیش رہا،
جس کی سرکردگی میں متعدد مواقع پر باطل قوتیں اہل اسلام
کو مٹا دینے کے لئے صف آرا ہوئیں، وہ آج بھی سردار مکہ
وسالارِ قریش ہے لیکن نہ اسے سولی دی جاتی ہے نہ اس کے
اعزا واقارب قید وبند میں مبتلا کئے جاتے ہیں، نہ ان کے
گھر نذر آتش کئے جاتے، بلکہ اسے رحمت عالم اپنی رحمت
سے نوازتی ہے اور صرف ابوسفیان ہی نہیں، اس کے
خاندان ہی نہیں، بلکہ ہر وہ شخص جو ابوسفیان کے گھر میں
داخل ہو جائے اسے بھی اماں مل جاتی ہے۔

ابوسفیان کا گھر "دارالامان" قرار پاتا ہے۔

بعض اشتہاری مجرم

ان میں بعض ایسے بھی تھے جو
نہ صرف آئین وقوانین وقت
کے باغی تھے، بلکہ ان کے دامن پر "فاتح مکہ" کے قریبی
اعزا، حقیقی چچا، اور پیاری بچی کے خون کے بدنما دھبے بھی
تھے، اور یہ ایسے دھبے تھے جو آئین ودستورِ وقت کے
مطابق ان کے خون ہی سے دھل سکتے تھے انہیں ہندہ جگرخوار

وحشی، ہبار، عکرمہ کا نام پیش پیش تھا۔

ہندہ ہندہ وہ ہندہ جس نے بازدے اسلام، عم رسول انام صلے اللہ علیہ وسلم، سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ خود اپنے ہاتھوں کیا، جس نے عم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر بے کینہ پر بیٹھ کر ایک ایک عضو چھری سے کاٹ ڈالا، اس پر بھی اس کے وحشیانہ ذوق کی تسکین نہ ہوئی تو سینۂ اطہر سے کلیجہ نکال کر کچا ہی چبا ڈالا، ناک، کان، وغیرہ اعضا کو گلے کا ہار بنایا۔

آج کی دنیا کی سمجھ میں بھی غالباً یہ نہ آسکے گا کہ ہندہ کے لئے کون سی سزا تجویز کی جائے جو اس کے جرائم کے ہم وزن ہو سکے، فتح مکہ کے دن یہی ناگن اس طرح دربار رسالت میں آتی ہے کہ منہ پر نقاب پڑا ہوتا ہے تاکہ کوئی پہچان نہ لے اور اپنے کو ظاہر کئے بغیر ہی سند اماں حاصل کر کے رخصت ہو جاتی ہے لیکن نبوت کی عرش پیما آنکھوں سے کہاں چھپ سکتی تھی۔ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا، لیکن نہ خود کچھ فرمایا نہ جاں نثاروں پر یہ راز فاش کیا، ہندہ بھی واقعہ کی تہ تک پہنچ گئی اور انھیں قدموں سے واپس ہو کر قدم رسالت پر جھک گئی اور صدق و خلوص سے حلقہ بگوش اسلام ہوئی، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنا فرمایا" ہندہ میں نے تجھے معاف کیا، لیکن تو میرے سامنے نہ آیا کر تجھے دیکھ کر مجھے مرحوم چچا کی یاد آجاتی ہے، اور ان کی مظلومانہ موت کے تصور سے دل پر چوٹ لگتی ہے۔

وحشی وہ وحشی جس کے ہاتھ عم رسول کے خون سے رنگین ہوئے، جو دنیاوی طمع میں پھنس کر ہندہ کا آلۂ کار بنا، جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا خون بہا کر ہندہ کا منصوبہ پورا کر دیا۔

آج اس کو روئے زمین پر کہیں سر چھپانے کو جگہ نہیں ملتی، دنیا کا گوشہ گوشہ، زمین کا ذرہ ذرہ، اس کی وحشت و بربریت پر نفریں کر رہا ہے، طائف کی تسخیر کے بعد جب اس کے لئے کوئی جائے پناہ نہ رہی تو وہ لوگوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا چھپتا چھپاتا دربار رسالت میں پناہ لینے آیا، رو دیا، گڑگڑایا، اپنی خطاؤں پر نادم ہوا بالآخر رحمت عالم کے دامن عفو کرم میں پناہ کی جگہ ڈھونڈھ لی، دولت ایمان سے مالا مال ہو کر حلقہ بگوش ارادت بن گیا۔

ہبار ابن الاسود یہ وہ شقی ازلی ہے جس کے ہاتھوں جگر پارۂ رسول حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو انتہائی صدمات پہنچے، آپ حاملہ تھیں اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جارہی تھیں، کفار نے پیچھا کیا اور آپ کو جالیا ہبار نے آگے بڑھ کر کجاوے میں اس زور سے نیزہ مارا کہ آپ اونٹ کی پیٹھ سے زمین پر آرہیں، شدید چوٹ کی باعث حمل ساقط ہو گیا، اور اسی صدمہ کے اثر سے آپ کی وفات واقع ہوئی۔ ہبار نے وحشت و بربریت، ظلم و ستم کا کتنا بھیانک مظاہرہ کیا۔

فتح مکہ کے بعد چاہا کہ ایران چلا جاؤں اور اپنے لئے امن کی جگہ حاصل کر لوں، لیکن رحمت عالم کی کشش نے کھینچا اور خود بخود آستانہ نبوت کی طرف ہبار کے قدم اٹھنے لگے، حاضر دربار ہوا، اور عرض کی "اے اللہ کے رسول میرے جرائم کے ہولناک تصورات نے مجھے اپنی زندگی سے ناامید کر دیا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ ایران چلا جاؤں لیکن یکایک مجھے حضور کی رحمت نے سہارا دیا لہذا میں رحم و کرم کی امید لے کر حاضر ہو گیا"۔ مجھے اپنی وحشت و بربریت کا اعتراف ہے، لیکن اب اپنی تمام خطاؤں پر نادم ہو کر ان سے تائب ہونے اور دولت اسلام سے مشرف ہونے آیا ہوں، کیا ایسے شقی ازلی کے لئے بھی رحم و کرم کے دروازے کھل سکتے ہیں؟ دفعتہً آغوش رحمت وا ہوئی، اور شقی ازلی ہبار سعید ابدی بن گئے۔

عکرمہ فرعونِ اسلام ابو جہل کے پسر عکرمہ بھی اسلام دشمنی میں اپنے باپ سے کم نہ تھے اور اہلِ اسلام کی ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی، آج وہ بھی اشتہاری مجرموں میں ہیں، جان کے خوف سے مکہ سے بھاگ کر یمن میں پناہ گزین ہیں، ان کی بیوی ام حکیم مسلمان ہو چکی ہیں وہ اپنی آنکھوں سے حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے شانِ عفو کا نظارہ کر چکی ہیں، وہ خود یمن جاتی ہیں اور عکرمہ کو تسلی و تشفی دے کر اپنے ہمراہ دربار رسالت میں لاتی ہیں، اب شانِ عفو کے ساتھ شانِ کرم بھی ملاحظہ فرمائیے کہ ایسے دشمنِ اسلام باپ کے ایسے معاندِ ملت پسر پر نگاہ اقدس پڑتی ہے تو آپ فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس تیزی سے ان کی طرف بڑھتے ہیں کہ جسم اطہر سے چادر مبارک سرک جاتی ہے، اور ارشاد فرماتے ہیں "اے ہجرت کرنیوالے سوار تیرا آنا مبارک ہو"

شہنشاہ کونین، تاجدار دوجہاں، حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سالہ مدنی زندگی میں متعدد مواقع پر اسیرانِ جنگ و مفتوح اقوام کے ساتھ عدل و انصاف، رحم و کرم، لطف و احسان، حسنِ سلوک و رواداری کے جو زریں نمونے پیش فرمائے ہیں ان پر آج بھی تاریخ اسلام نازاں ہے۔

چاندنی

امام العارفین حضرت مولانا مولوی سید محمد عبد الرب صاحب سجادہ نشین دربار امانت علیہ الرحمۃ

نورِ احمد سے جو پھیلی آسمان پر چاندنی
ہو گئی خود ماہ کی غیرت سے کمتر چاندنی
روشنی مصطفٰے سے ہو گئی ایسی خجل
منھ چھپا کر رہ گئی نکلی نہ باہر چاندنی
سب ملک کہتے تھے آیا کون یہ بدر الدجیٰ
جس پر قربان ہونے کو کھاتی ہے چکر چاندنی
شب کو جب نکلے نبی تو پائے بوسی کے لئے
بچھ گئی قدموں کے نیچے فرش بن کر چاندنی
چند دن تک مصر میں تھی ماہ کنعان کی چمک
مصطفٰے کے نور کی ابتک ہے گھر گھر چاندنی
کیا حقیقت ہے قمر کی جب نکلتے تھے حضور
ہر گلی کوچہ میں کھلتی تھی برابر چاندنی
نعت احمد کے صلے میں بعد مردن عبد الرب
ہے یقین ہو گی ترے مرقد کے اندر چاندنی

نعت سرکارِ دو عالم

حکیم محمد ظہور الاسلام صاحب مینا شکامی ماہر الطب والجراحت بی۔ آئی۔ ایم ۔ ایس

تکا کرتے تھے کیوں ہر بار منظر روئے تاباں کا
کوئی پوچھے تو جا کر حال دل موسی عمراں کا
ظہور شکل اول ہے نتیجہ نور جاناں کا
ہے ناممکن کہ ممکن ہو مماثل شاہ امکاں کا
شفق میں مہر میں خورشید میں تابندہ تاروں میں
غرض سارے جہاں میں نور ہے لمعان جاناں کا
معالج تو ہے مرہم تو علاج کامراں تو ہے
میرے زخم و جگر کا درد دل کا سوز پنہاں کا
پڑا جب عکس رنگیں اس ہلال روئے زیبا سے
ہر اک ذرہ بنا غنچہ مدینہ کے بیاباں کا
شب اسریٰ میں تھا سرکار کو ارمان دید رب
نمایاں ہو گیا آخر کو جلوہ حسن پنہاں کا
ہوئے سیراب ستر آدمی ایک جام شیریں سے
تفرقت یہ مینا برکت محبوب رحمٰن کا

بابُ الحدیث

اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ

مطلب۔ اعمال وہی افضل ہیں جن پر مداومت و ہمیشگی ہو اگرچہ تھوڑا تھوڑا ہی ہو۔

پاسبان کی اشاعت کا مقصد حقیقی مسلمانوں میں مذہبی بیداری و احکام شرعی کے فہم و ادراک کا شعور پیدا کرنا ہے۔ اس لئے رسالہ موصوف کے ذریعہ عامتہ المسلمین کے سامنے قرآن و حدیث و اجماع و قیاس کے ماتحت مسائل قرآنی کو انتہائی تحقیق و تدقیق سے پیش کرنا ایک لابدی و ضروری امر ہے، عزم صمیم تھا کہ باب التفسیر و باب الحدیث کا عنوان پرچہ کی پہلی اشاعت میں قائم کر دیا جائے لیکن ہم اپنے اس ارادے میں ناکام رہے۔ معبود حقیقی کا شکر ہے کہ اس نے اپنے ناچیز بندے کو توفیق رفیق عطا فرمائی کہ پرچہ کی دوسری قسط اپنی ایک آغوش میں کتاب اللہ اور دوسری آغوش میں شمع حدیث رسول اللہ لے کر ضیا بار ہو رہی ہے۔ ہم نے جس وادی پرخار میں قدم رکھا ہے وہ ارباب نظر پر پوشیدہ نہیں۔ خداوند قدوس اپنے ناکارہ بندے کو لغزشوں سے محفوظ فرمائے اور میری ان خدمات کو قبول فرما کر مسلمانوں کی رشد و ہدایت کا ذریعہ و میری سعادت دارین کا باعث فرمائے آمین۔

(**نوٹ**) باب الحدیث پاسبان کے مضامین کا جز و لاینفک ہوگا۔ اس لئے مقصد حقیقی سے پہلے ان مبادی کو ہدیہ ناظرین کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن سے ہمیشہ ہر آنے والے مضامین میں مستفید ہو سکیں۔ مثلاً۔ حدیث کسے کہتے ہیں۔ حدیث کی کتنی قسمیں ہیں۔ حدیث کے تدوین و ترتیب کی ضرورت کیوں پیش آئی کتب احادیث میں کس کا کیا مرتبہ ہے۔ احادیث میں اختلاف و اضطراب کیوں ہے وغیرہ وغیرہ۔

حدیث کی تعریف

حدیث کے لغوی معنی بات، قصہ، واقعہ وغیرہ کے ہیں مگر اصطلاح میں ان اقوال و افعال کو کہتے ہیں جن کی نسبت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی طرف کی جا سکے۔

اقسام حدیث

حدیث پاک کی تین قسمیں ہیں۔ قولی۔ فعلی۔ تقریری۔

حدیث قولی۔ جس کو سرکار دو عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے قولاً فرمایا ہو۔

حدیث فعلی۔ جس کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عملاً پیش فرمایا ہو۔

حدیث تقریری۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کسی بات کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے کہا ہو یا کسی فعل کو کیا ہو اور سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے خاموشی اختیار فرمائی ہو۔

نوٹ ممکن ہے حدیث تقریری کے متعلق یہ خیال ہو کہ فعل صحابہ یا قول صحابہ کو حدیث کیوں کہتے ہیں تو اختصاراً یہ سمجھ لینا کافی ہوگا کہ حضور سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام ایک معلم و مبلغ کی حیثیت سے مبعوث ہوئے جیسا کہ قرآن عزیز اس بات پر شاہد ہے بلغ ما انزل الیک۔ لہٰذا اصحاب کرام کے ان اقوال یا افعال میں کوئی سقم و خرابی ہوتی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سکوت نہ فرماتے بلکہ اس کی تنبیہ فرماتے۔ سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام

خاموشی دلیل صحت ہے۔ اس لئے ان اقوال و افعال
کی نسبت سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کی
جاتی ہے۔

حدیث کا موضوع

ہر علم و فن کا جداگانہ موضوع ہوتا ہے مثلاً
فن طب کا موضوع بدن انسانی ہے۔ علم نحو و صرف کا
کلمہ و کلام ہے۔ علم منطق کا تصورات و تصدیقات ہیں
اسی طور پر فن حدیث کا موضوع سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی ذات گرامی ہے۔ (تعریف موضوع) ہر علم کا
موضوع وہ ہے جس کے عوارض ذاتیات سے اس علم میں
بحث کی جائے۔

حدیث کی غرض و غایتہ

سعادت دینی
و دنیوی حاصل کرنا وغیرہ۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

کسی حدیث کو ضعیف و موضوع و غریب وغیرہ
کی صورت میں پاکر عموماً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جس کو ہم
حدیث کہتے ہیں اسمیں ضعف وغیرہ کیوں پیدا ہوا۔ یہ سوال
اگرچہ تفصیل طلب ہے مگر اختصاراً قدر ما یقید ذکر کیا جاتا
ہے جو کسی حد تک اطمینان بخش ثابت ہو سکتا ہے۔

حدیث پاک میں اس قسم کے جتنے اختلافات پائے
جاتے ہیں اس کی نسبت سید عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی
طرف نہیں کی جاتی بلکہ وہ راویوں کے اختلافات کا ثمرہ
ہوتا ہے چونکہ ہر انسان مختلف اذہان و افکار و مختلف
تدبر و تفکر کا جداگانہ مالک ہے۔ اس لئے ایسے اختلافات
مرتبہ روایت میں رونما ہوتے ہیں۔ جس کی تفصیل آئندہ
کسی موقع پر پیش کیجائے گی۔

فن حدیث پر تاریخی بحث

یہ مضمون انتہائی بسط و تفصیل
کا محتمل ہے لیکن ہم اختصار
سے کام لیتے ہوئے (باقی آئندہ)

درود و سلام

(مداح رسول جناب پروفیسر عابد علی صاحب عابد)

درود اُن پر کہ جن کی دونوں عالم میں حکومت ہے
سلام اُن پر کہ جن کا دستِ اقدس دستِ قدرت ہے

درود اُن پر کہ جن کی ذات پہ ختم نبوت ہے
سلام اُن پر کہ جن کے واسطے سے حق کی قربت ہے

درود اُن پر زمین و آسماں میں جن کی شہرت ہے
سلام اُن پر کہ جن کی ذات سے عزت ہے عظمت ہے

درود اُن پر کہ جن کے سایۂ رحمت میں خلقت ہے
سلام اُن پر کہ جن کے ہاتھ میں کوثر ہے جنت ہے

درود اُن پر کہ جن کے زیب سر تاج شفاعت ہے
سلام ان پر کہ جن کی ہر جگہ ہم کو ضرورت ہے

درود اُن پر کہ جن کی ذات سے ظاہر حقیقت ہے
سلام اُن پر کہ جن کے دم سے طیبہ رشکِ جنت ہے

سلام اُن چار یاروں پر کہ جن کی ذات سے قائم
صداقت ہے عدالت ہے سخاوت ہے شجاعت ہے

سلام اُن طاہر ازواج پہ امت کی ماؤں پر
کہ جن کا زوج ذی شوکت شہنشاہ رسالت ہے

سلام ان شاہزادوں پر کہ جو سردار جنت ہیں
سلام اُن پر کہ جو بنت نبی خاتون جنت ہے

سلام اس سرو قامت، نور طلعت پاک طینت پر
لقب جن کا حسنؓ ہے اور محمدؐ کی سی صورت ہے

پڑھو عابد درود اس راکب دوش محمدؐ پر
کہ جن کے نام نامی سے شہادت کو بھی عزت ہے

امام ربّانی مجدّد الف ثانی

(از ادارہ)

نام، لقب، مذہب اور طریقہ

کسے قدرت کہ جو نام نامی شاہ والا کا
قلم بال ہما کا ہو کہ شاخ پاک طوبیٰ کا
وہ نور حق نما احمد، احد سے ہے ظہور اس کا
محیط بحر عرفاں ہے نگیں ہے عرش اعلیٰ کا

آپ کا نام نامی احمد لقب بدر الدین کنیت ابو البرکات، منصب خزینۃ الرحمۃ، قیوم زماں مجدد الف ثانی اور عرف امام ربانی محبوب صمدانی۔ مذہب آپ کا حنفی ہے۔ طریقہ آپ کا مجددیہ جامع کمالات، جمیع طرق قادریہ سہروردیہ کبرویہ۔ قلندریہ۔ مداریہ۔ نقشبندیہ۔ چشتیہ۔ نظامیہ و صابریہ ہے۔

آپ کا نسب

نسب تحریر کیا ہو اس شہ گردوں مقامی کا
شرف خورشید پا سکتا نہیں جد گرامی کا

آپ کا نسب عالی ۲۷ واسطوں سے حضرت فاروق اعظم امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متصل ہے۔

آپ کے خاندانی حالات

آپ کے جملہ بزرگ چرخ ولایت و عرفان کے آفتاب، برج ہدایت ایمان کے ماہتاب تھے چنانچہ حضرت فاروق اعظم خلیفہ رسول اللہ ہیں اور عبد اللہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کی شادی حضرت فاطمہ بنت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور بقول ابو جعفر محدث آپ کی اولاد داخل سادات ہے۔ شیخ ناصر اور ابراہیم تابعین اسحٰق اور ابراہیم تبع تابعین سے ہیں۔

واعظ اصغر تک یہ خاندان ملک حجاز ہی میں رہا۔ شیخ مسعود خلفاء عباسیہ کے اصرار سے دار الخلافہ بغداد شریف میں آ کر مقیم ہوئے۔ شیخ سلیمان نے اپنے خاندانی علوم تحصیل کر کے حضرت سری سقطی سے بھی بغداد کہنہ میں خلافت پائی۔ اس سلسلہ کا نام سری سقطیہ ہے۔

فرخ شاہ کابلی کے حالات

آپ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر کے بھی جد اعلیٰ ہیں یعنی فرید الدین ابن شیخ جمال الدین سلیمان ابن قاضی شعیب ابن محمد احمد ابن محمد یوسف بن شیخ محمد ابن فرخ شاہ آپ اعاظم وزرائے سلاطین کابل سے تھے مسلمان حکمرانوں میں آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ہندستان میں مذہب اسلام کی پرچم کشائی کی اور اس کے بعد آپ نے ایران و توران و بدخشاں و خراسان کو مسخر کیا تخت کابل پر افغانوں اور مغلوں میں زمینداری تقسیم کی اور مستحکم حدود قائم کئے۔ آخر عمر میں آپ نے امارت ترک فرما کے ایک درہ میں جو شہر کابل سے تھوڑے فاصلہ پر تھا عزلت اختیار فرمائی اب وہ درہ فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ یوسف اپنے والد بزرگوار حضرت فرخ شاہ کے کے بعد جانشین ہوئے اور آخر عمر میں انھوں نے بھی سب جاہ و جلال دنیاوی ترک کر دیا اور گوشہ نشین ہو گئے تھے

احمد ابن یوسف بن فرخ شاہ نے علاوہ تعلیم خاندانی حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے بھی خلافت پائی۔ ان کے بعد ان کے فرزند شیخ شعیب خلیفہ و جانشین ہوئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند شیخ عبد اللہ جانشین ہوئے۔ اور انھوں نے حضرت بہاء الدین زکریا سے بھی خلافت پائی۔ بعدہٗ خلافت خاندانی سہروردیہ یکے بعد دیگرے خاندان ہی میں منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت امام رفیع الدین علیہ الرحمہ خلیفہ ہوئے۔

اعجاز قرآن

(گزشتہ سے پیوستہ)

حضرت مسعرؒ ابن کدام نے ایک مرتبہ شب میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ نفل میں قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ جب سات پارہ پڑھ چکے حضرت مسعرؒ کو خیال ہوا کہ اب ختم کریں گے مگر وہ پڑھتے گئے یہاں تک کہ جب دس پارے ہوئے، خیال ہوا کہ اب ختم کریں گے جب پندرہ پارے ہوئے خیال ہوا کہ اب ختم کریں گے مگر وہ اپنی رو میں پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ انھوں نے پورا ختم قرآن فرمایا۔ بعد فراغت میں نے قریب جاکر دیکھا تو وہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضرت سیدنا ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ایک مالدار کی تعظیم اس کے مال کی وجہ سے کی تھی میں نے اس کے کفارہ میں ایک ہزار قرآن ختم کئے۔ اور فرماتے ہیں کہ جب کبھی آپ کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہو تو آپ چالیس بار قرآن پڑھتے تو وہ حل ہو جاتا، حضرت سیدنا امام اعظمؒ نے جس مقام پر انتقال فرمایا ہے اسی جگہ چھ ہزار ختم قرآن شریف فرمایا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ سات ہزار قرآن ختم فرمائے۔ حبص بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ تیس برس تک شب کو ایک رکعت میں پورا ختم فرمایا۔ حضرت منصور بن پورا قرآن ایک روز میں ختم فرماتے اور رمضان المبارک میں مغرب اور عشا کے درمیان دو ختم فرماتے۔

ایک مرتبہ بعد مغرب شروع کیا اور ایک ختم قرآن شریف پڑھ کے دوسرا شروع فرماکر سورۃ نحل تک پہنچے تھے کہ عشا کی اذان ہو گئی۔

حضرت امام شافعی ایک ختم قرآن شریف پڑھا کرتے تھے اور رمضان المبارک میں ساٹھ ختم تراویح میں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت سعید ابن ابراہیم روزانہ ایک ختم قرآن شریف فرماتے۔ حضرت ..... ابن جراح کوفی شاگرد امام اعظمؒ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو پورا قرآن شریف ختم فرماتے۔ حضرت ابو العباس احمد بن محمد روزانہ ایک ختم شریف پڑھتے۔ حضرت واصل بن عبدالرحمٰن بصری ہر شب میں ایک قرآن شریف پڑھتے۔ ایک راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان و حضرت تمیم داری حضرت سعید ابن جبیر حضرت امام اعظم نے ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم فرمایا ہے۔

حضرت امام محمدؒ نے بحکم امام اعظمؒ سات یوم میں پورا قرآن شریف حفظ فرمایا تھا۔ حضرت ہشام کلبی نے تین یوم میں پورا قرآن شریف ختم فرمایا تھا۔ حضرت غوث پاکؓ عشا کی نماز کے بعد ایک پیر سے کھڑے ہوتے اور میخ جو کہ دیوار میں نصب تھی اس میں ایک ہاتھ باندھ لیتے اور ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم فرماتے۔

حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ہر ماہ میں ساٹھ ختم شریف فرماتے۔ اے قوم مسلم یہ ہے قدرت کی دی ہوئی وہ نعمت جس کو ہم نے پس پشت ڈال کر اپنے آپ کو ذلت کی انتہائی گہرائیوں تک پہنچا رکھا ہے۔ ہم نے قرآن کو چھوڑا، قرآن کے اصول کو چھوڑا، قرآن کی تعلیم کو چھوڑا، یا تو ہمارے اکابرین کا یہ عالم تھا کہ وہ قرآن پر اس طرح فدا تھے کہ ان کے لیل و نہار تلاوت قرآن شریف سے خالی نہ جاتے تھے آج ہمارا یہ عالم ہے کہ ہفتوں نہیں مہینوں گذر جاتے ہیں کہ قرآن کے حروف کو آنکھیں نہیں دیکھتیں۔

آج ہماری تعلیم کا یہ عالم ہے کہ ہمارے بچے مدرسہ میں
جاکر بجائے بسم اللہ کے الف سے اُلّو، ب سے بندر،
ک سے کتا اور گ سے گدھا پڑھ رہے ہیں۔ اور ماں باپ
بڑی خوشی سے پڑھا رہے ہیں۔

اے نئی روشنی والو ذرا سوچو اور غور کرو اگر درس و
تدریس کا یہی عالم اور تعلیم قرآن سے یونہی احتراز رہا تو
تمہارے بزرگوں کی روحوں کو قرآن پڑھ کر بخشا جائے گا یا
کتا بلی پڑھ کر۔ ہمیں ان مسائل پر غور کرنے کی ضرورت ہے
اہل استطاعت کو مدرسہ شبینہ جاری کرنا چاہئے اور تعلیم کی
طرف رغبت دلانے کی ضرورت ہے تاکہ گھر کے بچے بھی
پڑھیں اور محلہ کے غریب و نادار بچے بھی پڑھ کر مسائل
دین سے واقفیت حاصل کر سکیں۔

ایک طرف تو ہمارا یہ عالم ہے کہ ہم نے قرآن پڑھنا
چھوڑ دیا۔ دوسری طرف حفاظ کا یہ حال ہے کہ ان کے
پیچھے نماز تک درست نہیں ہوتی۔ رمضان المبارک کی
مقدس راتوں میں تراویح جیسی مقدس نماز پڑھاتے
ہیں اور ہزاروں بندگان خدا کی نماز کا عذاب و وبال اپنے
سر لیتے ہیں۔ ہمیں اپنی صورت و سیرت شریعت کے ڈھانچے
میں ڈھال کر سجادۂ امامت پر قدم رکھنا چاہئے۔

اے قرآن پر ایمان لانیوالی قوم کبھی تو نے اپنے
آقا کی عظمت و جلال پر بھی نظر ڈالی ہے وہ آقا جن کی
بارگاہ نبوت میں کائنات خراج عقیدت پیش کرتی تھی۔
جبل جن کی تشریف آوری پر فرحت و انبساط سے جھوم
جاتا تھا۔ زمین کے سنگریزے جن کے قدم بوس نظر آتے
تھے، فضائے خوشگوار جن کی خوشبو زلف کو اپنی آغوش
میں لئے ہوئے اقصائے عالم میں رقصاں پائی جاتی تھی
شمس و قمر اپنی تابندہ کرنوں کو جن کے قدموں پر نثار
کرتے تھے۔ رات کی تاریکیوں میں نجوم فلکی جس کی زیارت
کے لئے چشم براہ رہتے تھے۔

اے قوم مسلم تو اس آقا کی کنیز ہے جس پر تمام
کائنات تھی اور صرف کائنات ہی نہیں خلاق کائنات
جل علیٰ نے بھی ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ
کا مژدۂ جانفزا سنایا ہے۔

اے اپنے آقا کے عظمت و جلال کا خطبہ پڑھنے
والی قوم تو اپنے آقا کے غلام ہونے کا شرف رکھتی ہے
جس کے غلاموں کے سامنے شاہان عجم کی شوکت و شکوہ
سجدہ ریز رہتے تھے، قیصر و کسریٰ کے سر بفلک ایوان کے
کنگرے آستان بوسی پر فخر کرتے تھے، دریائے نیل کی طغیانی
جس کی حکمرانی تسلیم کرتی تھی، فتح و نصرت جن کے قدم
چومتی تھی، دولت و عزت جن کی راہ کے خس خاشاک
تھے!

اے کُنتم خیر اُمّۃٍ کی تاج والی قوم کبھی تو نے
اپنی پستی اور اپنی گری ہوئی حالت پر بھی غور کیا جس نے
تجھے قعر مذلت میں ڈال رکھا ہے۔ جس کی بنا پر تیری
زندگی کا ایک ایک لمحہ تیرے لئے عذاب الیم سے
کم نہیں جس کی ہر ہر ساعت دامن انسانیت پر بدنما داغ
لگا رہے ہیں، اگر تجھے اس راز کے انکشاف کی
تڑپ ہے تو چشم حقیقت کھول قوت بصیرت سے
دیکھ فضائے عالم پر منقوش نظر آئے گا۔

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

(بقیہ انتظار)

کا ترانہ گانے لگی۔ جس کے لئے زمانہ منتظر تھا وہ آیا،
اور اپنی تیئیس سالہ زندگی میں انسانی زندگی کے لئے وہ
اصول و قانون پیش کر گیا جس پر انسان رہتی دنیا تک فخر و
ناز کر سکتا ہے اور آج بھی حقیقت شناس نگاہیں دنیا کو
پیغام دے رہی ہیں

دونوں جہاں کی نعمتیں تیرے ہیں انتظار میں
سرور کائنات کی پیروی اختیار کر

سلامتی کا راستہ

(از ادارہ)

مینوار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز برپئے مصطفےٰ

اسلام دنیا میں خدا کا آخری پیغام تھا جو انسانیت کی تکمیل کے لئے ایک مکمل دستور العمل لے کر آیا تھا۔ یہ دستور العمل حیات انسانی کی مادی و ذہنی ہر دو شکوں کی اصلاح اور ارتقار کا ضامن و کفیل تھا۔

اسلام نے انسانیت کی ہدایت کا مقدس فرض انجام دیا نہ صرف ارائۃ الطریق کے طور پر بلکہ ایصال الی المطلوب کی حد تک، اس نے انسانیت کی دستگیری کی، اور الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (

کے مبارک و مسعود دن نے جاکر اسے ارتقا کی اس اعلیٰ ترین منزل پر پہونچا دیا جس سے بلند تر کوئی منزل مقصود نہیں ہوسکتی۔ انوار الٰہی کا نور جو کا مصداق تھا اس تابانی سے چمکا کہ اس ماحول کے جواہر تو درکنار ذرے بھی اس سے مستنیر و مستفیض ہوگئے۔ ان کا ہر ذرہ رشد و ہدایت کا نجم الہدیٰ تھا۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم
(میرے صحابی کی مثال ستاروں کی طرح ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے) ہر ستارہ سورج تھا ہر صحابی ارشد و ہدایت کا سرچشمہ تھا کیونکہ وہ صراط مستقیم پر گامزن تھا۔ ہر سورج سے بہت سے سیارے مستفیض ہوئے اور ہر سیارے سے بہت سے قمر۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔
(سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر ان کا جو ان کے بعد آئیں پھر ان کا جو ان کے بعد آئیں)

ان منور و منیر اجرام علوی نے اوروں پر ضو افشانی فرمائی اور سب نے بقدر استعداد ذاتی روشنی حاصل کی اجسام شفاف سے منبع نور کی شعاعیں بلا انحراف نفوذ کرتی تھیں اور دور والوں تک پہونچتی تھیں۔ یہ حضرات محدثین تھے۔ اجسام صیقل شدہ قبول نور کے بعد اسے اپنے گرد و پیش پھیلاتے تھے۔ یہ حضرات فقہا تھے۔ اجسام کثیف میں نہ نفوذ اشعہ کی اہلیت تھی نہ انعکاس نور کی یہ اہل اہوا تھے جنھوں نے نور حق کے بدلے طاغوت کی گمراہی کو خریدا تھا۔

حق و باطل کی کش مکش ہوئی اور یہ کش مکش تو ازل سے فطرت عالم کی عادت مستمرہ ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

ارتقار انسانیت کی تاریخ اسی کش مکش کی مسلسل داستان ہے مگر نور غالب و قاہر ہے اور رہے گا۔ ظلمت تو مٹنے ہی کے لئے ہے اور مٹ کر رہے گی۔ تاریخ اسلام انھیں نظائر کے مجموعے کا نام ہے۔

"یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم و اللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون"

مشیت ایزدی نے اتمام نور کی خدمت اپنے انھیں برگزیدہ بندوں سے لی جو شب و روز کمر ہمت باندھ کر اسلام کے بہتے ہوئے دھارے کو ہر گندگی و آلودگی سے پاک

کرتے ہیں جو اہل ہوا و ہوس کی طفل تسلیوں اور عوام فریبیوں کا پردہ چاک کرتے ہیں جو اپنوں کی گالیاں کھاتے ہیں اور غیروں کے ظلم سہتے ہیں لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت انھیں اپنے مقدس فریضہ کی بجا آوری سے باز نہیں رکھ سکتی۔

وہی مقتدائے قوم رہے ہیں۔ شاہان عالم کا جلال و دبدبہ عوام کے ظاہر تک موثر ہوا اُن کے باطن میں نہ گھس سکا لیکن علمار کرام کی عظمت قوم کے قلوب میں راسخ ہے قوم نے وہیں لغزش کی جہاں علمار کے اتباع اور اطاعت میں سرمو تساہل یا تغافل برتا۔

اور کیوں نہ ہو قوام دین اور بقائے ملت صرف علمار کرام کی مقدس ہستیوں سے ہی ہے یہی گروہ مقصود ہے جس کے ذمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہم خدمت کر کے حفاظت اسلام کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون"!

خشیت الٰہی جو صلاح دین و فلاح دنیا کی اصل ہے، اسی گروہ کا حصہ ٹھہرایا ہے۔

"انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء"

یہ وہ خشیت الٰہی ہے جس کی بنا غفران و رضوان ہے اور جس کا صلہ اجر کبیر

"انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب فبشرہ بمغفرۃ واجر کبیر"

یہی لوگ برگزیدہ امت ہیں یہی ملت حنفیہ کی جان ہیں جب کہ حافظ ابو نعیم نے یوں روایت کی ہے۔

"خیار امتی علماؤھا وخیار علماؤھا فقھاؤھا"

(میری امت کے بہترین لوگ علمار ہیں اور علمار میں بہتر ان کے فقہا ہیں)

یہی حقیقی معنوں میں شارع اسلام کے خلیفہ ہیں جو ان کی سنت کے احیار اور عباد اللہ کے رشد و ہدایت میں کمربستہ رہتے ہیں۔

"روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال علی خلفائی قالوا ومن خلفاؤک قال الذین یحیون سنتی ویعلمونھا عباد اللہ"

(جناب نبی کریم سے روایت کی گئی کہ آپ نے فرمایا میرے جانشینوں کو بلاؤ، لوگوں نے دریافت کیا آپ کے جانشین کون ہیں۔ آپ نے فرمایا جو میری سنت کو زندہ رکھتے ہیں اور جو خدا کے بندوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں)

ان کی مساعی جمیلہ میں عبادت ہیں بلکہ عباد و زہاد کے زہد و عبادت پر فائق جیسا کہ سرکار کائنات نے فرمایا ہے۔

"ما عبد اللہ بشیٔ افضل من فقہ فی الدین ولفقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ولکل شیٔ عماد وعماد الدین الفقہ"

(اللہ تعالیٰ کی عبادت علم دین سے بڑھ کر کسی اور چیز کے ساتھ نہیں کی گئی اور ایک عالم شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ ہر چیز کا ستون ہے اور دین کا ستون علم دین ہے۔)

اسی گروہ مقدس کو مشیت الٰہی نے خیر و سعادت کے لئے منتخب کیا ہے جس کی شہادت صادق مصدق نے دی ہے۔

"ومن یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین"۔
(اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُسے علم دین دیتا ہے)

اسی برگزیدہ طبقے کی مجالست اور مصاحبت کو سرورِ عالمؐ نے اور دوسری جماعتوں کے مقابلے میں پسند فرمایا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کی ہے۔

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل المسجد فاذا ھو بمجلسین احدھما یذکرون اللہ تعالیٰ والآخر یتفقھون فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلا المجلسین علی خیر واحدھما احب الی من صاحبہ اما ھؤلاء فیسألون اللہ تعالیٰ ویذکرونہ فان شاء اعطاھم وان شاء منعھم واما المجلس الاخر فیتعلمون الفقہ ویعلمون الجاھل وانما بعثت معلما وجلس الی اھل الفقہ۔

(جناب نبی کریمؐ مسجد میں داخل ہوئے تو کیا دیکھا کہ دو مجلسیں ہیں ایک میں لوگ ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اور دوسری علم دین میں۔ آپ نے فرمایا دونوں بھلائی کے راستے پر ہیں اور ان میں سے ایک مجھے دوسری سے زیادہ عزیز ہے، بہرحال یہ جو اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں اور اس کا ذکر کرتے ہیں پس اگر اللہ چاہے تو انھیں دیدے اور چاہے تو منع کر دے رہی دوسری مجلس تو وہ علم دین سیکھتے ہیں اور جاہلوں کو سکھاتے ہیں اور میں تو معلم بنا کر ہی بھیجا گیا ہوں۔ پس آپ علم دین کی مجلس میں شریک ہوئے)

پس ان کا اتباع عین ایمان ہے اور ان کی اطاعت، اطاعت خدا اور رسول کی ہم مرتبہ ہے۔

"یٰایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم"

(اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے اولی الامر کی)

اور اولی الامر سے باتفاق علماء ملت ہیں نہ کہ حکام دولت کیونکہ اولی الامر کا امر، امر بالمعروف کا امر ہے اور اس کا مصداق وہی ہے جو اس کا ان کھلی ہوئی آیات بینات اور روشن احادیث کے بعد راہ عمل ہمارے سامنے ہے۔

گفتمت روشن حدیثے تا توانی گوش دار

صلاح دین و فلاح دنیا کے لئے اس پرآشوب زمانے میں صرف ایک ہی صراط مستقیم ہے اور ایک ہی سلامتی کا راستہ ہے کاش ہم سمجھیں اور عمل کریں۔

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

وما علینا الا البلاغ المبین وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جناب شاد صاحب رزاقی فیض آباد

سر مرا ہو اور تمھارا آستانا یا رسولؐ
پھر تو آجائے ہمارا بھی زمانہ یا رسولؐ
جو قدم اٹھتا ہے قطعیٔ والہانا یا رسولؐ
کچھ ہمارے حال پر بھی رحم کھانا یا رسولؐ
پھر رہا ہوں بن برنگ وحشیانا یا رسولؐ
دیکھئے کب ہو در اقدس پہ آنا یا رسولؐ
کچھ ادھر بھی ہو نگاہِ مشفقانا یا رسولؐ
ہر قدم پہ ہنس رہا ہے اک زمانا یا رسولؐ
اب اسی صورت سے کٹتی ہے مری شام و سحر
گڑگڑانا دم بدم آنسو بہانا یا رسول
عمر جتنی بھی کٹی وہ آہ و زاری میں کٹی
اب تو سکھلا دو مجھے بھی مسکرانا یا رسولؐ
غیر مجھ پر خندہ زن ہوں یہ تو کچھ زیبا نہیں
شاد کہلاتا ہے شیدائے مدینا یا رسول

اتفاق واتحاد

مولنا سید مظفر حسین صاحب شاعر پاسبان

قال اللہ تعالیٰ انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقو اللہ لعلکم ترحمون۔

ترجمہ۔ ایمان والے بھائی بھائی ہی ہیں تو (مسلمانو) اپنے بھائیوں میں صلح (قائم) رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو امید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ۔

وہ عنوان خاص جسکی دعوت میں دنیا کا ہر مذہب یک زبان اور جس کی مدح سرائی میں ہر مذہبی اور غیر مذہبی ہستی رطب اللسان ہے۔ جس کی مدح میں الہامی وغیر الہامی کتابیں متحد اور جس کی ستائش میں ہر معقولی ومنقولی متفق ہے وہ **اتفاق و اتحاد** اور صرف اتفاق واتحاد ہے توحید باری جیسے آفتاب سے زاید روشن مسئلہ میں جھگڑنے والے عبادت الٰہی جیسے صاف اور بدیہی مسئلہ میں ستھ آنے والے کافی سے زائد تعداد میں ملیں گے مگر مشعل لے کر ڈھونڈھو تو تاریخ وجغرافیہ ایسی ہستی یا مقام کا پتہ نہ دے گی جس نے جہاں میں اتفاق واتحاد کے پیارے وشریں لفظوں میں تلخ انکار کو ظاہر کیا ہو۔

بانیان مذہب کی کتاب تبلیغ کا پہلا لفظ اتفاق واتحاد ہے شاہان حکومت کے قوانین سیاست کی پہلی دفعہ اتفاق واتحاد ہے انقلاب پسندوں کے پروپیگنڈا بک کی پہلی سطر اتفاق واتحاد ہے تاریخ ایسی جماعت کا پتہ دیتی ہے جس نے دل آزاری قزاقی غارتگری خدائے برتر سے بے خوفی پر حلف لے لیا ہے لیکن اس کا افسر اکثر بآواز بلند نصیحت کرتا ہے کہ لوگو تمہاری دھاک اور ہوا بندی کی بنیاد اتفاق واتحاد ہے۔

دنیا ایسی مکار فریبی۔ حریص۔ ناحق شناس مبتلائے جوع البقر ہستی سے خالی نہیں جو اپنے صحاف میں بے مثل ہو مگر وہ بھی اپنے گروہ میں جس چیز کی ساعی ہے وہ اتفاق واتحاد ہے۔

غرض شاہی عروج مذہبی ترقی سیاسی بلند پروازی خانقاہوں کی۔ اور مدارس کی زینت بلکہ شراب خانوں کی آبادی گناہوں کی کثرت جس اچھی بری بات کو پوچھئے سب کا طرہ دستار اتفاق واتحاد ہے۔

لفظ اتفاق واتحاد کو علماً جہاں یہ خصوصیت ہے وہاں عملاً وہ ایک ایسی خیالی موہوم بلکہ معدوم تصویر ہے جس کی پرانی کہانی لیلیٰ ومجنوں کے فسانے سے زیادہ دلچسپ موجود ہے لیکن جس کی صورت کا دیکھنے والا دیکھا نہیں گیا۔ ہمارا زمانہ اتفاق واتحاد کی گونج پکار کا خاص زمانہ ہے لیکن میں نے کسی جماعت کو نہیں دیکھا جس نے دس منٹ بھی اس میدان میں اپنی زندگی بسر کی ہو۔

اس بنا پر یہ کہنا بالکل ٹھیک ہوگا کہ نہایت وسیع اور سخت تنگ مضمون اگر ہے تو وہ اتفاق واتحاد ہے۔

اور اگر آپ اجازت دیں تو اس مضمون کی موجودہ علمی کمزوری بھی ظاہر کر دی جائے اور دکھا دیا جائے کہ عملی تنگی کی اصل بنیاد علمی غلط کاری ہے اور جب تک اتفاق واتحاد کا دامن میدان علم کے غلطیوں سے پاک تھا اس وقت تک اس کی عملی وسعت علمی فراخ سے بھی بیش از بیش تھی۔

مسئلہ اتفاق واتحاد کا کامل وضوح دو پہلو کے صاف ہونے پر ہے ایک تو خود اس کی حقیقت دوسرے اس کا دائرہ تہذیب الاخلاق وتدبیر منزل۔ بلکہ سیاست داں کا مسئلہ یہی دو پہلو رکھتا ہے اور جب تک یہ پہلو

یہ موعلم و عمل میں غیر معمولی تاریکی رہتی ہے مثلاً رحم کہ اس کا دائرہ من فی الارض کو شامل ہے اور ساکنان کرہ ارض بلا استثناء اس میں داخل ہیں ایسے وسیع دائرہ کو کسی مذہب کے ماننے والوں تک محدود کر دینا ایک نمایاں جرم ہے اسی طرح اسکی حقیقت اور "حق واجب" ہے لہذا مرتدین سے ترک معاملات۔ کفار و مشرکین سے ترک موالات۔ حیوانات ماکول اللحم کا ذبیحہ۔ نباتات مفیدہ کا کاٹنا جمادات کا بضرورت توڑنا ان امور کو خلاف رحم قرار دینا ایک کھلی ہوئی ناگوار غلطی ہے۔

اسی مثال نے ہم کو اتفاق و اتحاد کے ہر پہلو پر گہری نظر ڈالنے کی دعوت دی ہے اور ہم مجبور ہیں کہ اس تلاش میں سرگرداں ہوں۔ میں یہ عرض کر دوں کہ اس تلاش کے راستہ میں جتنی غیر معمولی آسانیاں ہیں اسی قدر بے شمار دقتیں اور پیچیدگیاں ہیں۔ یورپ کا فلسفہ اتفاق و اتحاد پر لیکچرار ہے تو ایشیاء کی مذہبیت اس کی مدرس ہے اور افریقہ کی وحشت اگر اتفاق و اتحاد کا درس دیتی ہے تو امریکہ کی مادیت اس کی معلم ہے یہ تو آسانی کا حال ہے اور تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے کہ کہیں مذہب چھوڑ کر قومی دائرہ میں اس کا انحصار ہے تو کہیں ملکی حد بندی ہے اور کہیں اتنی وسعت ہے کہ کرۂ ارض اس کے ایک گوشہ میں پڑا ہے۔

کیا آپ یورپ کا سفر صرف اتنا سننے کے لئے کریں گے کہ بڑا سے بڑا پالی ٹیکس اتفاق و اتحاد کے لیکچر کو یہ کہہ کر شروع کرتا ہے کہ اے میری قوم فلاں۔ کیا امریکہ اور دیگر براعظم کی یہ صدا آپکو پسند ہے کہ اے ملکی بھائیو یا اے تمام مذہب والو۔ اتفاق و اتحاد پہ رہو۔

پھر دشواری تو یہ ہے کہ انسانی تخیلات کے ان نوایجاد دائروں میں کس کی صداقت کا فیصلہ کیا جائے اور اگر آپ انصاف سے کام لیں تو انسانی کمزور تصنیفات کی کشمکش میں فطرت ہم کو اس یقینی ذریعہ کی طرف کھینچتی ہے جہاں وہم و تخیل کا شائبہ نہ ہو اور یقین کا وہ درجہ حاصل ہو کہ مشاہدات جس کی قدمبوسی کریں اور جس کو اصطلاح میں وحی کہتے ہیں ہم کو ناز ہے کہ جس پاسبان دین و دنیا کے آستانہ عالیہ پر جبیں سائی کے لئے ہم آپ کو بلاتے ہیں عقل و یقین اس کے ادنیٰ کنیز و غلام ہیں بلکہ اُن کی جوتیوں کے صدقے پیدا ہوتے ہیں اور وہ دربار ابد قرار و درگاہ عالم پناہ وہ ہے جو مکہ میں ظاہر ہوا اور کوہ سلع کی نورانیت میں مدینہ جا کر پروان چڑھا اور ایسا چمکا کہ آج تک گنبد خضرا کی نورانی شعائیں اور چمکیلی کرنیں دنیا کو روشن کئے ہوئے ہیں۔

اب موقع ہے کہ میں وحی مقدس کی برگزیدہ یادگار قرآن کریم کی اُس آیہ کریمہ کی تلاوت کر دوں جو ہمارے مضمون کی تاج زریں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون۔

جذبات

(از مولانا اخلاق صاحب نسیم الہ آبادی)

پیہم ہوں تقاضے جلوؤں کے پھر پردہ اٹھے تو کیا کہنا
بیہوش کوئی پھر ہو جائے دل طور بنے تو کیا کہنا

اے جذبۂ دل کیوں ڈرتا ہے اٹھ ہمت کر میدان میں آ
ہو جس میں شہادت پوشیدہ وہ موت ہے تو کیا کہنا

یہ عشق کی منزل گرچہ کٹھن ہے جان کی بازی کام اپنا
ہار گئے تو غم ہی کیا اور جیت گئے تو کیا کہنا

یہ دور ہو تاریکی ساری پھر قلب منور ہو جائے
گر شوق زیارت روضۂ اطہر دل میں بسے تو کیا کہنا

ہاں ہاں نسیم خستہ جگر ہے دل کی تمنا صرف یہی
نام محمد لے کے جیئے اور جی کے مرے تو کیا کہنا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

محمد عربی غیروں کی نگاہ میں!

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال و احادیث اور آپ کی سیرت ایک عظیم الشان سیرت تھی کہ اگر مسلمان اس سے استفادہ اور سبق حاصل کرنا چاہتے تو وہ دنیا کے اس انسان کامل کی حیات پاک سے بہت کچھ سیکھ سکتے تھے اور اس استفادہ سے وہ عروج و ارتقا کی ان انتہائی بلندیوں تک پہونچ سکتے تھے جسے انسانیت کی تکمیل کہنا چاہیے۔

اس انسان کامل کی اس کرۂ ارضی میں جلوہ فرمائی کی مدت پر صدیاں گذر چکیں۔ ہر صدی کا ہر سال اپنے ساتھ ربیع الاول کا ماہ مبارک بھی لے کر آتا ہے اور جونہی اس ماہ مبارک کی آمد آمد ہوتی ہے۔ ہر امیر و غریب مسلمان کے دل میں نیا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ نئی امنگیں پیدا ہونے لگتی ہیں اور مسلمان کا وہ کون سا ایسا گھر ہوگا جہاں میلاد کی مبارک محفلیں منعقد نہیں ہوتیں۔ ان مبارک محفلوں اور ان شاندار جشنوں میں فرزندان توحید کی ہزارہا مقدار شریک ہوتی ہے جوش و ولولہ کے ساتھ "ذکر حبیب" کیا جاتا ہے اور چند روز تک اس "ذکر حبیب" سے دل کی گرمی اور حرارت ایمانی کو تیز کرنے کے لئے ہر قسم کی صورتیں بروئے کار لائی جاتی ہیں، لیکن یہ جوش ہوتا ہے بعینہٖ اس طرح کا کہ دریا میں ایک طغیانی آئی اور پھر سکون ہی سکون۔ ربیع الاول کا ماہ مبارک ختم ہوا اور مسلمانوں کے اس تمام جوش و جذبہ کی طغیانیاں بھی مائل بہ سکون ہونے لگتی ہیں، ایک ماہ نہیں بلکہ دو ہفتہ تک ان کے ایمان اور ان کے جوش و عمل کی ساری قوتیں بیدار رہی ہیں۔ لیکن اس ایک ماہ کے بعد پھر وہی "خواب گراں" طاری ہو جاتا ہے اور انھیں یاد بھی نہیں رہتا کہ ہمارے قلوب میں کوئی نئی لہر اور کوئی نیا جذبہ پیدا ہوا تھا۔

دنیا نام ہے جد و جہد کا اور ایک مستقل کسب و عمل کا۔ چنانچہ آج آپ کی آنکھوں کے سامنے یہی دنیا نشو و ارتقا کے مراحل جس عجلت اور تیز رفتاری کے ساتھ طے کر رہی ہے، وہ چشم بصیرت رکھنے والوں پر مخفی نہیں۔ اس نے دریا کی لہروں، سمندر کی متلاطم موجوں، ہوا کی تیز رو آندھیوں، آبشار کی نغمہ خیز روانیوں غرض ہر مادی قوتوں سے کام لیا اور چونکہ مغرب کے پاس کوئی ایسی جامع الصفات ہستی نہیں تھی جس کے یادگار کے قیام کی قوت سے وہ بیک وقت ہر شخص میں ان صفات کی تخلیق سے اپنی مساعی کو شرمندۂ تکمیل دیکھ سکتے، اس لئے انھوں نے ہر بڑے شخص کے مجسمے بنائے۔ ہر قائد اور ہر راہ نما کے سنگین پیکر بنائے اور ان کو منظر عام پر نصب کر دیا کہ ہر آیند و روند کی نگاہ ان پر پڑ سکے اور معاً ان کے قلوب میں ایسے ہی کارہائے نمایاں کو انجام دینے کی خواہش پیدا ہو اور وہ خود بھی انھیں جیسا بننے اور شہرت دوام کا تاج زریں زیب سر کرنے کے لئے عمل میں تگ و دو کرنے کی ہمت اپنے دل میں محسوس کرے۔ دنیا میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور ہر مادی و غیر مادی طاقتوں سے کام لیا جا رہا ہے۔ چنانچہ جو ان طاقتوں کے مالک ہیں وہی آج دنیا میں زندہ کہلاتے ہیں لیکن مسلمان "چناں خفتہ کہ گوئیند مردہ ای" ان پر غفلت و بے حسی کے کالے بادل منڈلا رہے ہیں، انھیں بتایا جاتا ہے کہ دنیا کدھر جا رہی ہے، انھیں کیا کرنا چاہئے لیکن کون سنتا ہے فغان درویش۔

غرض کہ اکابر قوم اور اسلاف کے کارناموں کی یادگار نے قوم و ملت کی زندگی میں جو حرارت پیدا کی وہ ایک ناقابل

ناقابل انکار حقیقت ہے، لیکن یہ کتنی المناک حقیقت ہے کہ دنیا کی دوسری قومیں تو ترقی کے میدان میں صف اول تک پہونچنے کے لئے ہر قسم کی تدابیر اختیار کر رہی ہیں، اپنے عمائد اور اکابر کی یادگار منا کر اپنی قوموں میں زندگی اور حرکت و عمل پیدا کر رہی ہیں لیکن مسلمان جو باوجودیکہ ایک "نعمت عظمیٰ" کے سرمایہ دار ہیں، ان پر اب تک خواب گراں طاری ہے اور اپنی ان خداداد طاقتوں سے کام لینا نہیں چاہتے جس کے وہ تنہا مالک ہیں، اگر ہم اپنے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یادگار قائم رکھتے اور ان کی میلاد کی محفلوں کو صحیح لائن پر چلاتے تو آج مسلمانوں میں نہیں یہ جمود اور یہ جہالت نظر نہ آتی جس کو دیکھکر ہمیں خون بہانے پڑتے ہیں بلکہ ان میں جوش و جذبہ اور حرکت و عمل کے وہ بے پناہ آثار پائے جاتے کہ ایک دنیا ان کی تقلید پر مجبور نظر آتی اور وہ دوسروں کے لئے "آثار قدیمہ" بن کر اپنے لئے بھی "درس عبرت" بنے نہ رہے۔

آپ یہ جانتے ہی ہوں گے کہ جس زمانہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس خاکدان عالم میں جلوہ فرما ہوئے، اس وقت دنیا اور سرزمین عرب کی کیا حالت تھی، آپ کی تعلیمات کی روشنی نے جہالت و بربریت کی تاریک گھٹاؤں کو جس طرح دور کیا اُسے دہرانے کی ضرورت نہیں آپ دنیا کے بڑے سے بڑے ریفارمر اور مصلح کی زندگیوں پر نظر غائر ڈالئے، آپ کو کوئی ایک مصلح بھی ایسا نہیں نظر آئے گا جس نے ۲۳ سال کی ایک مختصر سی مدت میں کسی ملک کی کایا پلٹ کر رکھدی ہو اور اپنے مصلحانہ مساعی و تبلیغ کے ذریعے اتنا زبردست اور بے مثال انقلاب پیدا کر دیا ہو جس کی نظیر "وادی غیر ذی زرع" کے اس دریتیم کے مقابلہ میں پیش کر سکیں۔ یہ وہی ذات گرامی تھی جس کی تبلیغی اور اصلاحی مساعی نے ملک کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ اور دنیا کی اس بدترین اور پست ترین قوم کو کرۂ ارض کی ایک بہترین اور ترقی یافتہ قوم بنا ڈالا جس کی بربریت کے خوفناک افسانے تاریخ کے اوراق میں ہمیں درس عبرت دے رہے ہیں، آیئے ہم اس مقدس ریفارمر اور اس اولوالعزم پیغمبر کے اس عظیم الشان کارنامے کو دوسروں کی زبان سے سنیں۔

روس کا جلیل القدر محقق "کاونٹ ٹالسٹائی" اپنی ایک مشہور کتاب میں لکھتا ہے:۔

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک اولوالعزم اور مقدس ریفارمر تھے۔ انھوں نے صدیوں کے گمراہوں کو بڑی جدوجہد کے بعد سیدھا راستہ دکھایا اور خدا پرستی کی تعلیم دی اہل عرب بت پرستی کو اپنا شیوہ بنا چکے تھے، ان کے اخلاق بالکل وحشیانہ تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بت پرستی سے روکا اور افعال قبیحہ سے منع کیا۔ انھوں نے صرف ایک خدا کی عبادت کی تعلیم دی جو تمام دنیا کا پالن ہار ہے اور جس نے سب کو پیدا کیا ہے۔ آپ نے اخوت، ہمدردی، مساوات کے جذبات سے اہل عرب کے قلوب کو لبریز کیا۔ غارت گری اور خون ریزی کو ممنوع قرار دیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مصلح اعظم بن کر آئے تھے اور ان میں ایک ایسی برگزیدہ روح تھی جو قوت بشری سے ہر طرح اعلیٰ وارفع کہی جا سکتی ہے۔ جس نے ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی پر محققانہ اور فلسفیانہ نظر ڈالنے کے بعد مجھے اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ بلاشک وہ سچے پیغمبر اور کروڑوں بندگان خدا کے ہادی اور رہبر ہیں۔ انھوں نے گمراہیوں کی تاریکی میں ایمان کی روشنی پھیلائی۔ ان کے قلوب میں حق پرستی کا جذبہ پیدا کیا۔ انھوں نے اعلان کیا کہ خدا ایک ہے اور اس کے نزدیک سب برابر ہیں، کسی کو کسی پر فوقیت نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی متواضع، خلیق، روشن فکر اور صاحب بصیرت انسان تھے۔ معاملہ کے بہت صاف اور پختہ تھے، اہل عرب بھی ان کی پاکبازی اور دیانت داری کے دل سے معترف تھے

اور آپ کو وہ عام طور پر "الامین" کہا کرتے تھے۔

اسی طرح ہندوستان کے ایک محقق ہندو مصنف جس نے اپنی زندگی کے ۳۰ سال مختلف مذاہب کے مطالعہ کے لئے وقف کردیئے تھے اور جو سوامی شردھے پرکاش کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی سوانح حیات میں لکھتے ہیں۔

"جس وقت ساری دنیا پر جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیاری چھائی ہوئی تھی اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں جنم لیا۔ آپ بچپن ہی سے بہت نیک تھے۔ جب جوان ہوئے تو مکہ والوں نے آپ کو "الامین" کہنا شروع کیا آپ بہت منکسر المزاج اور رحمدل تھے، محتاجوں اور لاچاروں کا کام کر دیتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے دنیا کو جو فیض پہونچے ہیں ان کے لئے نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کو ان کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ کون سی ایسی تکلیفیں ہیں جو اس بزرگ اور سچائی کے پرچارک نے نہیں اٹھائیں۔ تنگ دل اور متعصب لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ ہی کہیں لیکن جو لوگ انصاف پرست دل رکھتے ہیں وہ کبھی آپ کی برائی نہ کریں گے۔"

سوامی ستیہ دھاری صاحب علاوہ ایک اور زبردست محقق اپنے دلچسپ رسالہ بحر نبوت کے صفحہ ۵۶ میں فرماتے ہیں:۔

"دین اسلام کے پیشوا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بے شمار قیمتی سبق پڑھاتی ہے آپ کی زندگی ہر ایک حیثیت سے دنیا کے لئے سبق آموز ہے۔ بشرطیکہ اس کے پاس دیکھنے والی آنکھ محسوس کرنے والا دل ہو۔"

افسوس کہ "دیکھنے والی آنکھ" اور "محسوس کرنے والے دل" کی کمی مسلمانوں ہی میں محسوس کی جا رہی ہے پھر ہم کسی غیر مسلم کا شکوہ کیا کریں اگر مسلمان کا ونٹ ٹالسٹائی سوامی شردھے پرکاش اور سوامی ستیہ دھاری ہی کی تحریرات کا بغور مطالعہ فرمائیں تو ان کے اسی میں ہزاروں نقوش عبرت موجود ہیں جس قوم کا ہادی اور رہبر اتنا بڑا مصلح اور ریفارمر ہو کہ دنیا کے افاضل اور اکابر بھی اس کی شخصیت کی عظمت و بزرگی کے معترف اور مداح ہوں تو پھر اس کے اکرام و بزرگی میں کسی کو مجال اشتباہ ہو سکتی ہے؟ اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک باعظمت ہستی کی یادگار اس حالت میں کہ اس کے ساتھ مذہبی تقدس و احترام کا جذبہ بھی شامل ہو مسلمانوں میں کیا کچھ انقلاب پیدا نہیں کر سکتی۔

.. آپ نے اپنی بے کسی، یتیمی اور غریبی، صد ہزار گونہ مصائب و تکالیف کی موجودگی میں، وہ انقلاب برپا کر دیا۔ جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ آپ کے پاس نہ امارت کا رعب داب تھا اور نہ اعزا کی ہمت تھی نہ جاگیرداری اور سرمایہ داری کی شکوہ خیزیاں تھیں نہ کسی قوت و اقتدار کا اثر تھا لیکن ان تمام بے اثریوں، بے اقتداریوں اور بے سروسامانیوں کے باوجود آپ اٹھے اور اس شان سے اٹھے کہ پوری دنیا کو ہلا کر رکھدیا۔ ہوا کا رخ ادھر سے ادھر پھیر دیا۔ عرب وہ عرب جہاں بدی اور بد خصلتی کی باد سموم ہمیشہ کائنات انسانی کو جھلساتی رہتی تھی وہاں انھوں نے نسیم کرم کی اٹھکیلیاں پیدا کر کے ایک نئی بہار اور نیا رنگ پیدا کر دیا اور دنیا کو بتا دیا کہ اصلاح و تبلیغ اس طرح ہوتی ہے اور یوں صدیوں کے مراحل سالوں میں طے کر دیئے جاتے ہیں۔

آپ کا ایک ہرنی کو بلوا دینا، سنگریزوں سے اپنی شہادت دلوا دینا اور اس طرح کے دوسرے معجزات کا دکھانا ہر گز ہر گز کوئی ایسا وقیع اور عظیم الشان معجزہ نہیں تھا جتنا وقیع اور بے مثال معجزہ یہ تھا کہ دنوں میں، مہینوں میں، سالوں میں ملک کے ملک کو بدل دیا، فطرتیں بدل دیں، اور سینہ کے اندر دھڑکنے والے دلوں کو بدل کر رکھدیا۔ ایک یتیم بے نوا جو کل تک پتھروں اور اینٹوں کا آماجگاہ بنا ہوا خون میں نہایا کرتا تھا۔ جس کو دو وقت قوت لایموت بھی ملنی مشکل ہو جاتی تھی اور جس کا ہر

عربی بچہ اور عرب کی ہر ذی روح ہستی خون کی پیاسی تھی۔ وہ کیانی فرمانبردار اور روحی تائید ان کو للکارتا اور دعوت اسلام دیتا نظر آتا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ اس برگزیدہ انسان کی عظمت و شان تو یہ تھی کہ اس نے روحیں پاک کر دیں، انسانی قلوب کی ان نیرنگیوں میں جلا پیدا کر دی، اور ان میں وہ نور الٰہی اور حرارت ایمانی پیدا کر دی جس نے اس قوم کی ہئیت ہی بدل کر رکھ دی

یہ حقیقت ہے کہ اس مصلح اعظم کی کوششوں سے بیدار ہو گئیں۔ مردے جی اٹھے، بگڑے سنور گئے، اس نے گرتوں کو اٹھا دیا اور ڈوبتوں کو زندگی عطا کر دی۔ شیطانوں کو فرشتہ اوباشوں کو انسان اور لفنگوں کو ولی بنا کر دنیا کی اسٹیج پر لا کھڑا کر دیا۔ زانیوں نے زنا، ڈاکوؤں نے ڈاکہ، چوروں نے چوری، بد معاشوں نے بد معاشی اور ظالموں نے ظلم اور لڑنے والوں نے لڑائی یک قلم بند کر دی۔ صدیوں کی عداوتیں اور مدتوں کے بغض کافور ہو گئے اور آسمان اسی نیلگوں آسماں نے دیکھا کہ جو انسان برسوں تک ایک اونٹ کی ٹانگ توڑ ڈالنے یا ایک عورت کو گزند پہونچانے کی بنا پر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے، جیتے جی خون پینے اور اپنے دشمن

کا جگر کچا چبانے میں منہمک رہتا تھا، اس میں وہ صفائے قلب وہ تزکیہ روح اور وہ اخوت و ہمدردی اور وہ مساوات و عدل پیدا کر دیا کہ آج اس کا تصور بھی ہم بدبختوں اور معصیت کاروں کو محض رلانے اور اغیار کو سنوار کے لئے کافی ہیں۔ غور تو کیجئے۔ یہ انسان تھے یا فرشتے کہ مہاجرین مدینہ منورہ میں پہونچتے ہیں بے نوائی اور بے سرو سامانی کا عالم ہے، انصار وہی انصار جن کے قلوب کبھی بغض و عناد اور کبر و غرور کے ساکن تھے، تڑپ گئے، بے تاب ہو گئے، ضبط کا یارا نہ رہا آبدیدہ ہو گئے، اٹھے اور گھر پہونچے اور ایک ایک مہاجر کو بھائی بنا کر جو کچھ گھر میں تھا۔ باپ کے دو بیٹوں کی طرح نصف نصف بانٹ لیا۔ اللہ اللہ کیا آپ کو دنیا کے کسی گوشے اور کسی زمانے میں یہ روح پرور اور جانفزا مناظر ...... نظر آئے ہوں گے۔ جذبۂ اخوت و ہمدردی کے ان روشن شعاعوں کو آپ کہاں پا سکتے ہیں کہ جس انصار کی دو بیویاں تھیں اس نے بلا تکلف ایک بیوی کو طلاق دے کر اپنے اس بیکس اور عسرت زدہ بھائی کے سپرد کر دی کہ تکلف کا ذرہ بھر بھی امکان باقی نہ رہے اور ہمارا یہ غریب اور فلاکت زدہ بھائی اس غریب الوطنی میں تکلیف و درد کا ذرہ بھر بھی احساس نہ کر سکے۔ آہ! اب یہ باتیں ایک افسانہ اور خوشگوار خواب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ مرنے والے مر گئے، اور ہم ننگ اسلاف معصیت کاری کے بحر عمیق میں ڈوبنے اچھلنے اور ان کا نیک نام گہن میں لانے کے لئے زندہ رہ گئے، ہم میں یہی خوبیاں تو تھیں جنھیں دیکھ کر فرانس کے ایک ذی مرتبہ محقق اور مشہور مورخ ڈاکٹر لیبان اپنی تصنیف "محمد اور اسلام" میں فرماتے ہیں۔

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نفس پر بے انتہا حکومت حاصل تھی۔ آپ کی سادگی اور منکسر المزاجی قابل تعریف ہے۔ آپ بہت بڑے صائب الرائے اور دور اندیش بزرگ تھے آپ نے اپنی تبلیغ و اصلاح سے ایک وحشی قوم کو انسان بنا دیا"

ایک مشہور مورخ "ڈکلائن آف دی رومن امپائر" میں لکھتا ہے۔

"ہر انصاف پسند شخص یہ یقین کرنے پر مجبور ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ بالکل سچائی مبنی تھی، آپ ظاہری شان و شکوہ کو بالکل معیوب سمجھتے تھے۔

گھر کے معمولی کام کاج آپ خود ہی کرتے تھے۔ آگ سلگاتے، جھاڑو دیتے، کپڑوں میں پیوند لگاتے اپنی جوتیاں آپ گانٹھتے تھے اور جَو کی روٹی کھاتے تھے کوئی شک نہیں کہ آپ پاکباز اور مقدس بزرگ تھے۔"

ان روشن شان مصلحانہ کی موجودگی میں کیا کوئی کہہ سکتاہے کہ آپ دنیا کے کامل ترین انسان نہیں تھے،

دنیا میں کوئی ایسا پیغمبر اور مذہبی پیشوا نہیں گزرا جسکی زندگی اور جس کے ہر شعبہ حیات میں ہماری رہنمائی کرسکے۔ لیکن حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گراں بہا زندگی ایک چشمۂ فیض ہے جس سے ہر مسلمان اور غیر مسلم علی قدر مراتب استفاضہ حاصل کرتاہے۔ فرمانروا، فرزندائی کے ڈھنگ، جنرل جرنیلی کے طریقے، مزدور مزدوری کے طور، باپ، باپ بچوں کی پرورش اور بچے کا سچائی کے ساتھ۔ غریب کو فلاکت وعسرت میں خوش رہنے کی، امیر کا امارت کرنا اور مبلغ تبلیغ وہدایت کے آئین آپ کی زندگی اور سیرت سے سیکھ سکتے ہیں، مذہبی، معاشرتی، تمدنی، جنگی، انتظامی، تعلیمی، اخلاقی، اور اقتصادی کوئی پہلو بھی ایسا نہیں جس میں ہم کسی بیرونی رہنمائی کے محتاج ہوں۔ آپ کی زندگی ہمارے لئے ایک بہترین نمونہ تھی مگر ہم نے کبھی اس سے سبق لینے کی کوشش نہیں کی اگر مسلمانوں کو ترقی کرنا اور اپنی زندگیاں سنوارنا ہیں تو انھیں چاہیے اسی اسوۂ حسنہ کی جس کے متعلق قرآن مجید میں لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ فرمایا گیاہے، تقلید کریں کہ یہی ان کی نشو وارتقا کی بہترین سبیل ہے۔

نعت شریف

جناب (صوفی) ڈاکٹر فیضی ایم۔ اے۔ ایم۔ بی عرف فیضیؔ صاحب، فیض آباد

ہاں یونہی جھوم جھوم کر نعت رسول گائے جا
یاد میں تو حبیب کے دل کو یونہی لبھائے جا

راہ خدا سے منہ نہ موڑ آگے قدم بڑھائے جا
ظلم پہ ظلم ہو مگر تو یونہی مسکرائے جا

موت بھی سامنے ہو گر پیچھے قدم نہ رکھ مگر
خدمت دیں میں جاں گنوا راگ علیؓ سنائے جا

واعظ خوش کلام تو چھوڑ نہ خوش بیانیاں
خدمت قوم سے نہ ڈر نغمہ عمرؓ کا گائے جا

کوئی برا کہے، کہے، کوئی ہنسے ہنسا کرے
ہر دم تڑپ تو خاک پر عشق نبیؐ بڑھائے جا

راہ خدا میں سر کٹا کفر سے خود کو پاک کر
شرک سے دیکھ بیخبر دامن دل بچائے جا

منزل عشق ہے کٹھن فیضیؔ بڑھائے جا قدم
اپنی خودی کو چھوڑ دے خالق سے لو لگائے جا

بچّہ کی زبانی

بچپن کی جوانی

از نور الدین نظامی

ہم ایک چھوٹے بچے ہیں، ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنے ہم عمر بچوں کو ایک مشورہ دیں جب بچہ شیر خوارگی کے دور سے گذر کر سمجھداری کے راستہ میں قدم رکھتا ہے تو اس کی عمر کو لوگ کہتے ہیں کہ ابھی بچپنا ہے صحیح ہے مگر میرے خیال میں وہ درحقیقت جوانی ہے جس طرح جوان جوانی کے زمانے میں اپنی تمام تر طاقتوں کا سرچشمہ ہوتا ہے اور وہی طاقت رفتہ رفتہ صرف ہونے لگتی ہے اور گھل کر بڑھاپے تک جہاں ترقی کی امیدیں ختم ہو جاتی ہیں صرف ہوتی رہتی ہے اس طرح جب بچہ ابتدائی دور میں اپنے آیندہ کے تمام تر کمالات کے استعداد کا حامل ہوتا ہے تو تحصیل کمالات کی وہیں سے ابتدا ہوتی ہے یعنی قدرت کی ودیعت کردہ طاقت اس کی صرف ہونے لگتی ہے صرف ہوتے ہوتے مختلف علوم جو اس کی ابتدائی عمر میں ودیعت رکھے گئے تھے انھیں حاصل کرتے کرتے اس وقت کو پہنچ جاتا ہے جس کو لوگ اپنی اصطلاح میں جوانی کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس وقت اپنے کمالات کی تحصیل میں بوڑھا ہے نہ کہ جوان

اس تفصیل کے بعد میں اپنے ہم عمر بچوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اس بھول بھلیاں میں کبھی بھی نہ بھولیں کہ میاں ابھی کیا ہے ابھی تو جوانی بھی نہیں آئی۔ بلکہ وہ ہمیشہ اور ہر وقت یہ خیال کریں کہ اب ہمیں تحصیل کمالات کا بڑھاپا آرہا ہے اس کے پہلے پہلے جو کچھ حاصل کرنا ہے کر لینا چاہئے اور ایک ایک منٹ ضائع نہ کر کے قدرت کی صنعت کردہ حیات کو کارآمد بنانا چاہئے۔ کیونکہ یہی وہ وقت ہے جس میں ہم اپنی دیرینہ زندگی کو شاداب اور بارآور بنا سکتے ہیں یہی وہ وقت ہے جس میں دنیا ہمیں مظفر شمار کر سکتی ہے جیسا کہ شاعر پاسبان مولانا سید مظفر حسین صاحب مظفر کچھوچھوی نے اپنے ترانے میں ارشاد فرمایا ہے۔

ابھی تو نوجوان ہے جہاں میں عزم و آن ہے بہادری کی شان ہے سناں ہے کماں ہے جوانیوں کی جان ہے

ممکن ہے کہ میری اس رائے میں اور دنیا کے تجربے میں اختلاف ہو اس لئے میں اہل رائے حضرات سے عرض کرونگا کہ یا تو نظر انداز فرمائیں یا اصلاح کے طور پر میرے اس معاملہ میں رہبری فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں

شرائط ایجنسی

ماہنامہ پاسبان الہ آباد

۱۔ ہر ایجنٹ کو ۲۵ فیصدی کمیشن دیا جائیگا اور ۱۰۰ سے زائد کاپیوں پر ۳۲ فیصدی کمیشن دیا جائیگا۔
۲۔ تمام مطلوبہ پرچے بذریعہ وی۔پی روانہ کئے جائیں گے۔
۳۔ آرڈر کے ساتھ رقم بذریعہ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر آنی چاہیئے
۴۔ ۱۰ پرچوں سے کم پر سول ایجنسی نہ دی جائے گی۔
۵۔ پرچہ روانہ کرنے میں ڈاک کے مصارف دفتر کے ذمہ نہ ہوں گے۔
۶۔ مقررہ تعداد سے زیادہ پرچوں کے لئے آرڈر زیادہ سے زیادہ مہینہ کی ۱۵ ر تاریخ تک دفتر کو دینا ہوگا۔ ورنہ دفتر تعمیل حکم سے معذور ہوگا۔
۷۔ ہر ایجنٹ کو دفتر سے شائع ہونے والے پوسٹر اور ہینڈ بل لگوانا ہوگا۔
۸۔ باقی کاپیاں ہر ماہ کے بعد ۱۵ دن کے اندر واپس لی جائیں گی۔
۹۔ ایجنسی منقطع کرنے کے لئے ایک ماہ قبل اطلاع دینا ہوگی۔

منیجر ماہنامہ "پاسبان" الہ آباد

بعد خانہ پری ذیل کا حصہ دفتر کو واپس کیا جائے گا

جناب منیجر صاحب ماہنامہ "پاسبان" الہ آباد

میں نے شرائط ایجنسی مندرجہ بالا بغور پڑھا ہے اور میں آپ کے پرچہ کی سول/عام ایجنسی برائے شہر/قصبہ .... لینا چاہتا ہوں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ شرائط کا پوری طور پر پابند رہونگا۔ لہذا آپ ہر ماہ .... پرچے بذریعہ وی پی وضع کمیشن/بک پوسٹ ارسال فرماتے رہیں۔

نام .... ولدیت .... پورا پتہ ....
.... اسٹیشن .... شہر ....
مہر۔ فرم یا دوکان .... دستخط قلمی .... تاریخ ....

منیجر ماہنامہ "پاسبان" نمبر ۲۲۵ دائرہ شاہ اجمل، الہ آباد۔ (یو۔پی)